ڈاکٹر اسماعیل سعد کے نظریات تعلیمی خدمات

ایجوکیشن ریسرچ اینڈ پروفیشنل ڈویلپمنٹ سینٹر

جامعہ ملیہ گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ،ملیر، کراچی

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	پس منظر	4
2	ڈاکٹر اسماعیل سعد کے آباؤاجداد	6
3	ڈاکٹر اسماعیل سعد کی سوانح حیات پر ایک نظر	6
4	ڈاکٹر اسماعیل سعد بحیثیت شوہر باپ اور منتظم(استاد)	12
5	شخصیتی جائزہ	16
6	ڈاکٹر اسماعیل سعد کے ہم عصر ماہر تعلیم	17
7	ڈاکٹر اسماعیل سعد کے ہم عصر کے تاثرات	19
8	ڈاکٹر اسماعیل سعد کی تعلیم سے دلچسپی	21
9	ڈاکٹر اسماعیل سعد کے اساتذہ	23
10	ڈاکٹر اسماعیل سعد اور جامعہ ملیہ کراچی	25
11	ڈاکٹرمحمودحسین تعلیمی کانفرنس	27
12	ڈاکٹراسماعیل سعداورجامعی ہمدردکراچی	32

38	ڈاکٹر اسماعیل سعد کی کتب	13
44	کانفرنس	14
44	ڈاکٹر اسماعیل سعد کے تصورات	15
46	نصاب	16
48	شمولیت تعلیم	17
49	نظم و سبق	18
49	تحقیق	19
50	نفسیات	20
50	فلسفہ تعلیم	21
53	عام سوجھ بوجھ اور اس کی حدیں	22
55	بیرونی دنیا کا علم	23

پس منظر

Background

ڈاکٹراسماعیل سعد صاحب 28 دسمبر 1931 ء میں لکھنو (انڈیا) میں پیدا ہوئے ۔ آپ کے خاندان کا شمارلکھنو کے نہایت ہی معزز علمی گھرانوں میں سے ہوتا ہے ۔ آپ کا ددھیال لکھنو میں ہے۔ آپ کے والد سعدالدین انصاری کا شمار "تحریک علیگڑھ""علیگڑھ تحریک کے عظیم بانیوں میں سے تھا۔

آپ کے ایک تا یا ابّا عبدالباری ندوی صاحب اس وقت مولانا مودودی کے ہم عصر میں سے تھے ۔ لیکن عبدالباری صاحب اور مولانا صاحب میں بڑا نظریاتی اختلاف تھا۔ آپ کے تایا ابا نہایت ہی سخت گیراور خشک مزاج کے انسان تھے۔ لیکن انکے بچوں میں سے کسی نے بھی علم کے میدان میں کوئی خدمت سرانجام نہیں دی۔ حالانکہ وہ بھی پڑھے لکھے افراد میں سے ہیں ۔لیکن شاید اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انکا زیادہ تر روحان زمینداری کی طرف تھا۔ اس لئے وہ علم کے عملی میدان میں حصہ نہ لے سکے۔ان کے چازاد بھائی ابھی بھی لکھنو میں ہیں۔

لیکن ڈاکٹر اسامیل سعد کے والدمحترم نہایت ہی شفیق اور مہربان انسان تھے ۔ اور مسلمان تو وہ الحمد شہد تھے ہی لیکن اس کے ساتھ ایک رحم دل انسان بھی تھے ۔ آپ کے والد صاحب درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ تھے۔ آپ کے والد و ملی کے ایک بڑے ہی مشہور و معروف ادارے جسکا نام جامعہ ملیہ اسلامیہ تھا وہاں عربی کے استاد تھے۔جب آپ کے آپ کو جامعہ کیلئے وقف کرنا چاہا یعنی اس ادارے کی خدمت کرنا چاہی توجامعات نے بھی ایک شرط رکھی وہ یہ کہ جامعات میں صرف ان لوگوں کو رہنے دیا جائے گا جو اس ادارے کیلئے اپنا کچھ حصہ دیں۔

لہذا آپ کے والد صاحب نے اس ادارے میں 20 سال تک کام کیلئے صرف وقف کیا اور

وہی پیسے (تنخواہ لی جس سے زندگی کا گزار اوقات ہو جائے ۔ آپ کی والدہ صاحبہ بھی ایک باہمت اور بڑے حوصلے وا لی خاتون تھیں علم وادب سے بے حد لگاؤ تھا۔ شعر و شاعری کا مزاج اچھا تھا۔ انھوں نے با قاعدہ اردو زبان سیکھی اور پھرپرنٹینگ سیکھی اس کے بعد وہ جامعات میں کا پرنٹینگ کام کرتی تھیں۔اتفاق کی بات ہے کہ سعدالدین انصاری صاحب کا انتقال بھی عین بیس سال گزرنے پر ہو گیا۔ غالبا جب ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب ساتویں جماعت میں زیر تعلیم تھے۔ لیکن والدہ نے ہمت نہیں ہاری ان کی گہداشت اورتعلیم وتربیت میں ان کا بڑا ساتھ دیا۔ والدہ محترمہ کا انتقال تقریبا بھی پانچ برس پہلے ہوا تھا۔ آپ کے والد صاحب جامعہ ملیہ اسلامیہ"لا ہف ممبر بھی تھےاس طرح ڈاکٹر اسماعیل کی بھی تعلیم اسی ادارے میں مکمل ہوئی یعنی کہ آپ کی ابتدائی تعلیم اسی ادارے میں مکمل ہوی پھر آپ نےپوسٹ گریجویٹ تک تعلیم جا میات میں ہی مکمل کی۔

ڈاکٹراساعیل سعدکی اپنی والدہ کے ساتھ یادگار تصویر

ڈاکٹر اسماعیل سعد کے آباؤ اجداد

Ancestors of Dr. Ismail Saad

آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق لکھنو (انڈیا) سے ہے۔ آپ کا دودھیال بھی لکھنو میں ہے۔ آپ کے باپ دادا کا شمار اس وقت کے نہایت ہی اعلی علمی گھرانوں میں سے تھا۔ آپ کے آباؤ اجداد کی اپنی ذاتی ملکیت یعنی (زمینداری) وغیرہ تو نہیں صرف اور صرف حقیقی سرمایہ دالا علم کا خزانہ ہی تھا۔ اس طرح تعلیم کے میدان کی طرف ان رجحان زیادہ مائل تھا۔ یعنی علم سے لگاؤ کی وراثت اور خون میں شامل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ خاندان علم کے میدان میں نمایاں طور پر ابھر کے سامنے آیا۔

ڈاکٹر اسماعیل سعد کی سوانح حیات پر ایک نظر

Autobiography of Dr. Ismail Saad

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کا زمانہ طالب علمی سے ہی یہ خیال تھا کہ زندگی میں کچھ نہ کچھ کرنا ہے ۔اور اتفاق کی بات ہے کہ والدین بھی ایسے ملے اور ایسی جگہ اسکولینگ بھی ہوئی جہاں اس چیز پر زور دیا جا تا تھا کہ زندگی میں سادگی تو ہونی چاہئے لیکن سوچ تھی اور اونچی ہونی چاہئے ۔

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کا علمی سفر پرائمری سے لیکرپی ایچ۔ ڈی تک

Educational Journey of Dr. Ismail Saad from Primary to PhD

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب نے اپنی ساری کی ساری تعلیم دہلی میں ایک دارہ ہے ۔ جس کا نام جامعہ ملیہ اسلامیہ ہے وہاں سے مکمل کی۔ جہاں جدید تعلیم میں ایک مشرقی رنگ کی کوشش بھی کی جاتی تھی۔

یعنی اچھا مسلمان بھی بنانا اور اچھا انسان بھی بناتا ہے اور پڑھا لکھا انسان بھی بناتے تھے۔اس زمانے میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کا پرائمری اسکول ہر جگہ ایک نمونے کے طور پر مشہور تھا۔ وہاں کے استاد بہت اچھے تھے ۔ ادارے کا ماحول بھی بہت اچھا تھا۔ اور بذات خود اسکول بہت اچھا تھا۔ پرائمری سے لیکر میٹرک وہیں سے کیا

۔ اور پھر کالج کے چار سال بھی اسی ادارے میں گزارےاورانیس سو پچاس میں بی اےمکمل کیا۔ والدین بھی اسی ادارے میں رہائش پذیر تھے اور کالج میں داخلہ لینے کا ایک خاص مقصد یہ بھی تھا کہ انکا اپنا ایک کاریکولم تھا۔ جس میں ان چیزوں پر بھی زور دیا جا تا تھا کہ ہمیں ایک آزاد ملک میں رہنا چاہیے۔ ہم سب کو ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھتا چاہئے ۔ اور یہ دونوں طرف سے تھا۔ مطلب یہ کہ مختلف مذہبی فرقوں میں اور معاشی طبقے میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہئے ۔

اس کا اندازہ آپ اس بات سے کر سکتے ہیں کہ سال میں ایک ہفتہ ایسا ہوتا تھا جس کو نیشنل ویک کہا جاتا تھا۔ اس قومی ہفتے میں ادارے کے سارے ملازمین چھٹی کرتے تھے اور پھر ہر طالبعلم کو خود سارا کام اپنے ہاتھ سے کرنا ہوتا تھا۔ اسکول کی ساری صفائی ستھرائی تمام طلبہ کومل کر کرنا ہوتی تھی ۔اور پھر اسکول کا سارا انتظام بھی خود چلاتا ہوتا تھا۔ اور شام کے وقت ادارے کے تمام بھی اور جمعداروں کے ساتھ یل کر کھانا کھانا پڑتا تھا۔

مطلب یہ کہ اس ادارے میں شروع سے ہی جس بات پر زور دیا جا تا تھا وہ یہ کہ انسانوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا اور ایک خاص فرق ہو سکتا ہے وہ فرق یہ ہے کہ ان کی شکلیں اور رہن سہن اور کام الگ ہو سکتے ہیں اتھے طور طریقے الگ ہو سکتے ہیں لیکن بنیادی طور پر فرق نہیں ہوتا اور خاص طور پر مسلمانوں میں کسی قسم کی اونچ نیچ نہیں ہونی چاہئے ۔ اور اس ادارے کا میڈیم آف انسٹرکشن اردو تھا لیکن انگریزی بھی پڑھاتے تھے۔ایس آہ سیکنٹ لینگویچ اور کالج تک پہنچتے پہنچے بہت اچھے پروفیسرز اور بہت نامی گرامی اور انسان دوست پروفیسر لے ۔ لیکن اصل میں

جو ماحول تھا پورے ادارے کا وہ اپنی جگہ مثالی تھا۔ اور جب ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کو 1953 ء میں ڈاکٹرمحمودحسین نے کراچی آنے کیلئے دعوت بھیجی تو ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب نے اسکو بلا جھجک قبول کرلیا اور پھر اس طرح سعد صاحب نے کراچی میں کام کرنے کا ارادہ کرلیا اور شاہد یہی انکی زندگی کا مقصد تھا اور سعد صاحب نے تعلیم کے میدان میں کام کرنے کا ارادہ لیا اور یہ مجھ لیجئے کہ سی زمانے کا تسلسل تھا چلتا رہا۔

اور پھر ڈاکٹر سعد صاحب نے کام بھی کیا لیکن ظاہر ہے یہاں کا ماحول بھی بدلا ہوا تھا حالات بھی بدلے ہوئے تھے اور یہاں کی سیاسی فضاء بھی بدلی ہوئی تھی تو مقصد یہ کہ لوگ اچھا کام تو نہ کر سکے۔ لیکن بہر حال جو کام ہواوہ کسی حد تک ٹھیک تھا۔ اور وہ ادارہ ابھی بھی خدمت کر رہا ہے لیکن اصل میں جو خاص فرق تھاوہ دہلی اور یہاں میں یہ کہ وہاں یہ کوشش بھی ہوتی تھی کہ اچھا انسان بھی بنے اور وہ ا نکے لئے اساتذہ جو تھےوہ عول موڈیول ٹیچر تھے۔ اور جو صاحب ہندوستان کے صدر بنے وہ دہلی کے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں استاد تھے اور میں جماعت میں سعد صاحب کے استاد تھے تو دیکھیں اگر آپ کے پاس اچھی مثالیں نہیں ہوتیں تو آپ کے لئے بڑا مشکل ہو جاتا ہے ۔ اور اگر واقعی آپ میں شعور ہے تو آپ اس کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اور ایک خاص بات جامعہ دہلی کی وہ یہ کہ وہ طلبہ کو سکھانے کی کوشش کرتے تھے کہ زندگی صرف تمہاری اپنی نہیں بلکہ تمہیں دوسروں کی بھی خدمت کرنی ہے۔ اس ادارے میں نہایت ہی آزادی کیساتھ سوچنا سکھایا جاتا تھا۔ کسی قسم کی سختی نہیں تھی۔

آپ صرف اپناد ماغ استعمال کر یں۔ وہ یہ بھی سکھاتے تھے کہ پڑھنے لکھنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ آپ چیزوں کے اچھے اور برے پہلوکو دیکھنے کی کوشش کر یں۔اپنی رائے خود بنائیں۔لیکن سعد صاحب کے خیال میں اسوقت ہم کو ان چیزوں کی نہیں تھی لیکن وہ کہتے ہیں کہ اب مجھے یہ محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے ایک بہت بڑاقیمتی خزانہ کھودیایعنی وہ میرے لئے بہت قیمتی خزانہ تھے۔ جو اس ادارے نے ہمیں دیا۔ تو جو اچھی قدر یں ہے جو معیار ہے اگر آپ کو بچپن میں میسر آ جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی اور نعمت نہیں ہوتی

دہ ادارہ جہاں ڈاکٹر سعد نے تعلیم حاصل کی۔

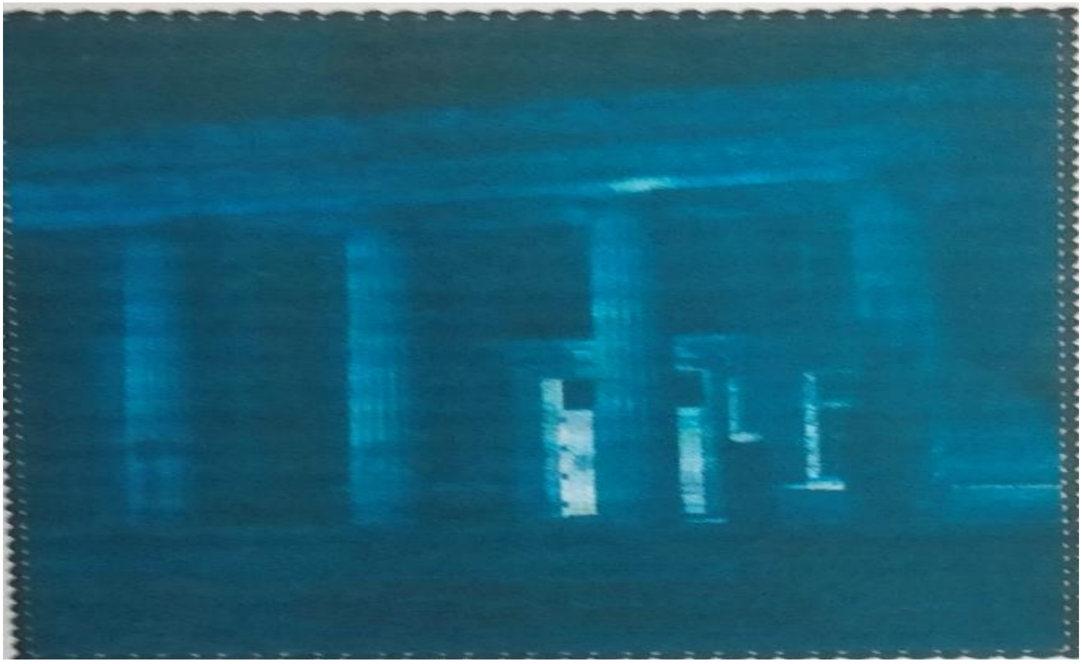

ڈاکٹر اسمائیل سعد صاحب نے 1953 میں ایم اے معاشیات میں میرٹھ کالج سے کیا۔ پھر سعدہ صاحب پی ایچ ڈی کرنے کیلئے 1961ء میں جامعہ ملیہ کی مدد سے امریکہ چلے گئے اور آپ کو وہ بارہ داخلہ ایم اے ایجوکیشن میں لینا پڑاکیونکہ اصل میں ڈاکٹر کے مطابق انہیں ایجوکیشن میں دلچسپی نہیں تھی بلکہ انھیں معاشیات میں تھی اسی وجہ سے

ڈاکٹر اسماعیل سعد طالب علمی کے دور میں

ڈاکٹر صاحب نے اپنا نہ صرف میدان علم بدلا بلکہ اپنا انھیں پیش بھی بدلنا پڑا۔ خیر ڈاکٹر سعد صاحب نے ایجوکیشن میں پی ایچ ڈی کیا اور اس کیلئے انہیں بہت زیادہ محنت کرنا پڑی ۔لیکن سعد صاحب نے بچپن سے ہی یہ طے کیا ہوا تھا کہ انہیں جوھایر چیز ہے۔اس تک پہنچا ہے یعنی اس کے بغیر انھیں شاید چین نہیں ملتا اور جوا نکے نزدیک "ھائیر"چیز تھی وہ ہے پی ایچ ڈی کرتا   ڈاکٹر صاحب نے جن مصائب سے گزرکر پی ایچ ڈی کی وہ مسزسعدیوں بیان کرتی ہیں:۔ مسزسعد کہتی ہے کہ جب ڈاکٹر صاحب امریکہ گئے توان کے لئے یہ مشکل تھا کہ وہ اپنی تعلیم جاری رکھ سکتے ان کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ وہ پی ایچ ڈی کرتے لہذا سعد صاحب نے وہاں بچوں کو اردوزبان پڑھانا۔

Student Council Representatives

شروع کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ امریکہ میں ایک لائبریری جسکا نام "امریکہ لائبریری آف کونگریس "ہے وہاں پر ڈاکٹر صاحب نے "پرنٹنگ" کا کام شروع کر دیا اب بھی اس لائبریری میں ڈاکٹرصاحب کی بوکس موجود ہیں ۔ اسطرح سے ڈاکٹر صاحب نے اپنی تعلیم کا خرچ برداشت کیا۔ اسطرح ڈاکٹر صاحب نے بڑی محنت کیساتھ اپنی تعلیم مکمل کی۔ جب ڈاکٹر صاحب نےپی ایچ ڈی کر لی تو انھیں امریکہ میں ہیں رہنے کی بڑی پیش کش ہوئی لیکن انھوں نے اسکور دکر دیا اور خداوند کریم کا میں (مسز سعد) سمجھتی ہوں کہ یہ بڑا احسان ہے کہ شاید اس میں بھی بہتری ہے کہ ان سے لوگوں نے کام لینا تھا اور یہ بڑی نعمت کی بات ہے کہ ایسا کرنا "صدقہ جاریہ" سے کم نہیں اور لوگ ان سے علم حاصل کر کے دوسروں کو سیراب کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر اسماعیل سعد بحیثیت شوہر، بطور ایک باپ اور منتظم (استاد)

Dr. Ismail Saad as a Husband, As a Father and As an Administrator (Teacher)

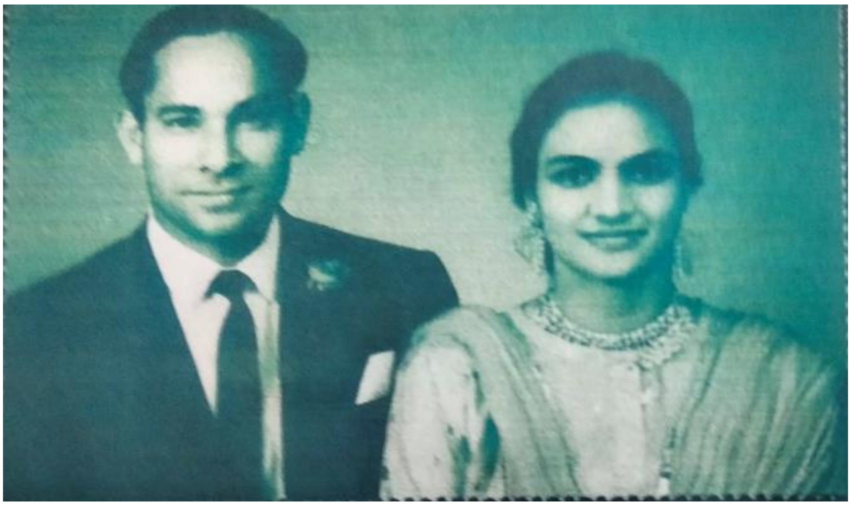

سعداوران کی
ڈاکٹراسماعیل
اہلیہ کیتی

مسز سعد صاحب کا اظہار خیال:

مسزسعد صاحبہ کی زبانی۔ ------- میرے والد صاحب ایک ڈاکٹر تھے۔ ہمارا بہت اچھے گھرانے سے تعلق ہے۔ لیکن جب ڈاکٹر سعد صاحب کے گھر والوں نے میرا ہاتھ مانگا تو میرے والد صاحب نے بغیر کسی روک ٹوک کے اس رشتے کے لئے ہاں کر دی۔۔ بہت سے رشتہ داروں نے اس پر اعتراض بھی کیا لیکن رشتے کے لئے ہاں کر دی۔ اور ہماری شادی فروری 1967 ء میں ہوئی لیکن میرے والد صاحب بخوبی یہ جانتے تھے کہ انکے اندر کیا قابلیت اور علمی لیاقت ہے۔ یعنی میرے والد صاحب نے انکے اندر جو چیز دیکھی تھی اسکواب منزل مقصود مل گئی یعنی وہ یہ جانتے تھے کہ یہ آئند ہ زندگی میں بہت کچھ کر دیکھائیں گے۔اور شاید یہ انہی کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آج کی اس عظیم مقام پر فائز ہو کر اس مقدس پیشے میں اپنی تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں -

اور میں ڈاکٹر سعد صاحب کے بارے میں یہ کہنا پسند کرونگی کہ یہ میرے لئے ایک ولی سے کم نہیں۔ میں نے ان کو بہت اچھا شریک حیات پایا۔ یہ بہت فراخ دل ،سخی بھی انسان ہیں ۔انکے ساتھ جتنا بھی وقت گزرا ہے وہ میرے لئے ایک قیمتی اور یادگارلمحات میں سے ہیں ۔لیکن بہر حال میں اپنے اس بیان کو صرف ان الفاظ کے ساتھ مکمل کرتی

ہوں کہ وہ میرے نزدیک ایک ولی کا درجہ رکھتے ہیں اور قدرت نے اس کا ئنات کا جو "سیکونس" بتایا ہے ڈاکٹر سعد صاحب اس میں کمل طور پرفیٹ آتے ہیں-

اور آج ہماری شادی کو تقر یب 42 سال گزر گئے ہیں اور الحمدللہ ہماری زندگی ایک بہت خوشگوار موڈ پرگزررئی ہے

ڈاکٹر اسماعیل سعد بحیثیت ایک باپ

Dr. Ismail Saad as a Father

مسز سعد صاحبہ ڈاکٹر سعد صاحب کو بطور ایک باپ یوں اظہار خیال کرتی ہے۔

مسز سعد صاحب ڈاکٹر سعد صاحب کے بارے میں یوں بیان کرتی ہیں کہ سعد صاحب ایک بہت اچھے باپ ہیں یہ بہت کھلے دل کے مالک ہیں لیکن یہ زیادہ وقت بچوں کو نہیں دے پائے کیونکہ ان کی مصروفیات ہی اتنی تھی کہ اس سے ان کو اپنے لئے بھی وقت نکالنا پڑا دقت طلب تھا۔ اور اس طرح میں نے ہی بچوں کی دیکھ بھال کی ۔لیکن بچوں کی ذہنی نشوونما میں انھوں نے بڑا ساتھ دیا۔ انھوں نے چاروں بچوں کی بہت اچھی تربیت کی۔ لیکن جیسے بچوں کو فارغ وقت میں باہر سیر وتفریح کیلئے لے جانا، کھانا کھلانا ، وغیرہ کروانا یہ نہیں کرتے تھے بیہ کام بھی میں خود انجام دیتی تھی۔ لیکن سعد صاحب کے اپنے بچوں پر بہت گہرے اثرات ہیں ۔لیکن ہماری ایک بچی سلمٰی پر سعد صاحبکی خصوصیات کا بہت گہرا اثر ہے بالکل انہی کی طرح ایک ولی کی سی صفت ہیں۔ اس بچی میں میں بالکل انہی کی طرح وہ صفات ہیں۔

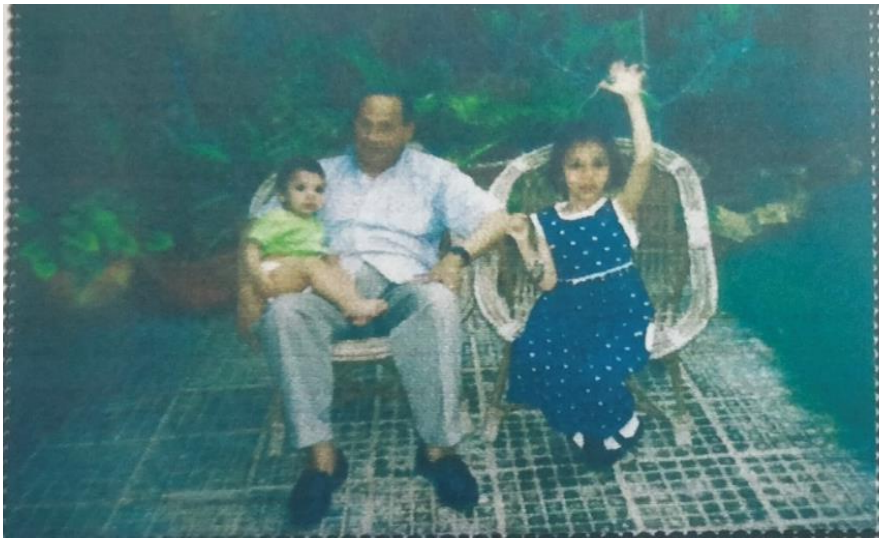

سعد اپنے پوتی کے ہمراد **ڈاکٹر اسماعیل پوتے اور**

اور میں بذات خود یہ کہنا پسند کروگی کہ سعد صاحب ایک بہت اچھے باپ ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر آج ہمارے بچے علم میں نمایاں نظر آتے ہیں تویہ ا نہی کے مرہون منت ہیں۔

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب بحیثیت منتظم (استاد)

Dr. Ismail Saad as an Administrator (Teacher)

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب ایک بہت اچھے منتظم ہیں وہ بخوبی یہ جانتے ہیں کہ کس طرح دوسروں سے کام لیا جا تا ہے۔اور اسی بناء پر دوسرے لوگ ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے ساتھ ایس آہ ایڈمنسٹریٹر کام کرنا پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس آدمی میں کیا قابلیت ہے اور پھر اس سے کس طرح استفادہ کرنا ہے۔

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب ایک بہت اچھے ،شفیق ، انسان دوست استاد ہیں وہ اپنے پیشے میں بہت مخلص ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انھوں نے تعلیمی میدان میں جو خدمات انجام دی اور دے رہے ہیں وہ بہت ہی قابل تحسین ہیں۔

ڈاکٹر اسماعیل سعد کا شخصیتی جائزہ:

Evaluation of Dr. Ismail's Personality

اسماعیل سعد

ڈاکٹر صاحب

مسزسعد صاحبہ ڈاکٹر صاحب کے شخصیتی جائزے بارے میں یعنی سعد صاحب غصے کے وقت کس طرح بی ہیوں کرتے ہیں اپنے تاثرات بیان کرتی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کو غصہ آتا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ غصہ آنا ایک قدرتی سی بات ہے اور جس شخص کو نہ نہیں آتا تو پھر وہ کوئی اور ہی غیر مخلوق شے ہے۔ لیکن سعد صاحب کو اللہ تعالی نے ایسی صفات سے نوازا ہے کہ جو چیزیں واقعی بری ہیں اور جن کو دیکھ کر انسان کوخود ہی غصہ آ جا تا ہے۔ بالکل یہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بھی ہے کہ جو چیز بری ہے اور حقیقت میں وہ غصہ کرنے کے لائق ہے تو جب ڈاکٹر صاحب کو غصہ آتا ہے۔ اور میداس پر کنٹرول کرنا یعنی قابو پانا بھی بخوبی جانتے ہیں ۔ لیکن سعد صاحب بے جا غصہ نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ خوشگوار موڈ میں ہی رہتے ہیں۔ بہت خوش رہنے والے انسان ہے۔اور شاہد ہی یہ انکی صحت کا راز بھی۔

ڈاکٹر سعد صاحب کے ہم عصر ماہرتعلیم

Educationist Companion of Dr. Ismail Saad

ڈاکٹر صاحب نے یہاں پر ڈاکٹر ذاکر حسین جیسا ماہر تعلیم کہیں نہیں دیکھا۔ یعنی وہ بہت اعلی پائیہ شخصیت تھے ۔ ڈاکٹر سعد صاحب کے زمانے میں بہت اچھے لوگ گزرے ہیں لیکن اب کچھ معیار بلندی سے پستی کی طرف آرہا ہے اسکی کئی وجوہات اورآب جیکٹ ہو سکتے ہیں۔

اور اب پہلے زمانے کے مقابلے میں بہت اسپشلائیزیشن ہو چکا ہے۔ٹیکنولوجی اتنی آگئی ہے کہ لوگ نہیں چاہتے کہ انکی جو سیرت ہے یا وہ یہ چاہتے بھی ہو گئے لیکن وہ نہیں کر سکتے کہ دوسروں میں وسعت پیدا ہوا ن کا ایک بڑابیک گراونٹ پیدا ہو۔ لیکن آج کے زمانے میں رجحان زیادہ ہو چکا ہے کہ چھوٹی سی چیز میں مہارت پیدا کر لیں اور اس سے ان کوریٹرن مالنا شروع ہو جائے اور ان کو آمدنی ملناشروع ہوجائے شاید اب اس وجہ سے لوگوں کی توجہ حدود کر رہ گئی ہیں لیکن یہ بات صرف پاکستان کی نہیں بلکہ یہ ساری دنیا کی بات بن گئی ہے۔

پہلے زمانے میں یہ ہوتا تھا کہ آپ کو پہلے بہت اچھی زبان سیکھائیں۔ پھر آپ کو شعر و شاعری سیکھائیں پھر آپ کو زندگی کی بصیرتوں کے بارے میں بتایا جاتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کو زندگی کی قدروں کا بہت اچھا حوالہ دیا جا تا تھا۔ آپ کو زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھایا جا تا تھا اب وہ ماحول بدل گیا ہے اور شاید لکھنو میں بھی بدل گیا ہوگا ۔ اور اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کبھی سیاسی اتحکام نہیں رہا یہاں پر اور معیشت بھی کمزور رہی ہے اور لوگوں میں نفسا نفسی زیادہ ہے جسکے پاس پیسہ ہے اس کو دکھانے کے چکر میں ہیں اور جن لوگوں کواللہ تعالی نے اچھے وسائل دیئے ہیں وہ بھی اسکودیکھانے کے چکر میں لگے رہتے ہیں۔

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے معروف طلباء:

Famous Students of Dr. Ismail Saad

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب سے جن لوگوں نے پڑھا ان میں سے بیس سے زائد طلباء نے سعدصاحب سے پی ایچ ڈی کی ان کے بہت مشہور طلباء و طالبات بھی ہیں کیونکہ

میدان کو بہت اہمیت دیتے ہیں مطلب کہ ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے جتنے بھی طلباء و طالبات میں سب اپنے اپنے شعبوں میں بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے ہم عصر کے تاثرات

Contemporary Expression & Their Views

ڈاکٹر محمودحسین (مرحوم)

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کو ڈاکٹر محمود حسین (مرحوم) کے ساتھ بھی کام کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اسکے علاوہ ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے اپنے استاد ڈاکٹر اختر حمید صاحب جن کا کورنگی پرا جیکٹ ہے انکے ساتھ کام کیا۔ اسکے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے پروفیسر قرارحسین کے ساتھ بھی کام کیا اب وہ بلوچستان یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہے۔سعد صاحب کو ڈاکٹر احسان رشید صاحب کے ساتھ بھی کام کرنے کا موقعہ ملا۔

مطلب یہ کہ ڈاکٹر سعد صاحب کو ہمیشہ سے ہی بہت اچھے لوگوں کے ساتھ کام کرنے کے مواقعے ملتےرہے۔ اور یہ سب لوگ اپنے اپنےشعبہ میں بھی بہت اچھے تھے۔

ڈاکٹر سعد صاحب ڈاکٹر محمودحسین (مرحوم) کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر محمودحسین کی وہی خصوصیات تھی جو جامعہ کی ہیں انتہائی انسان دوست، انتہائی عالم، ہمدرد اور انتہائی کام کرنے والے انسان اور کام کو ہمیشہ پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کو حکیم سعید صاحب کے ساتھ بھی کام کرنے کا موقعہ ملا اور بہت اچھے لوگوں کے ساتھ بھی جن میں ڈاکٹر قاضی ، نوراحمد ، چیف جسٹس اجمل

میاں ان سب تنظیم لوگوں کے ساتھ بھی ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کو کام کرنے کا شرف حاصل رہا۔

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کی تعلیم سے دلچسپی

Dr. Ismail Saad Interested in Education

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کو ہمیشہ تعلیم سے دلچسپی رہی ، لکھنے سے بھی ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کو شد ید دلچسپی ہے اور یہ کہ سعد صاحب کو اپنے طور پر بھی پڑھنے لکھنے کا شوق رہا۔ اور جو صلاحیت اللہ تعالی نے سعد صاحب کو دی ہیں ان سے وہ پورے طریقے سے خدمت کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کی تعلیم سے بہت دلچسپی رہی ہے۔ بحیثیت مضمون کے ، بحیثیت پیشے کے انھیں تعلیم سے لگاؤ ہے۔اور خودانسان کا جو ذ ہن ہے وہ چیزوں کو معروضی انداز میں دیکھے، سمجھے، سیکھے۔ اور جو مسائل ہیں ان کو الجھانے کے بجائے انسان کو ان مسائل کو سلجھانے کی کوشش کرنی چاہئے ۔ اور اگر زندگی میں انسان کو کامیابی چائیے تواسےاپنا"پرسنل ایجنڈا اپنے تک ہی محدود رکھنا اسے اپنااپنے تک ہی محدود رکھنا چاہئے ۔ کسی ادارے میں نہیں لے کر جانا چاہئے ۔

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کی تعلیم سے دلچسپی کے بارے میں مسز سعد کا اظہار خیال

مسز سعد صاحبہ کہتی ہے کہ ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کو علم سے بہت لگاؤ ہے ہر وقت علم حاصل کرنے کی دھن ان پر چھائی رہتی ہے۔ اور شاید اسکی بنیادی وجہ یہ کہ سعد صاحب کے خاندان کا چونکہ تعلق علم و تدریس سے تھا تو اسی نسبت سے علم کی وارثت ان کے خون میں شامل ہے ۔ اور ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب پڑھنے کے بہت شوقین ہیں۔ آپ اسکا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ جب ڈاکٹر صاحب پڑھانے کیلئے جاتے ہیں تو اس سے قبل یعنی رات کے وقت بہت ساری کتب کا مطالعہ کرتے ہیں اپناسبق بہت اچھے طریقے سےپلین کرتے ہیں۔تا کہ پڑھاتے وقت کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔مسز سعد کہتی ہے کہ میرا ڈاکٹر صاحب سے اکثر اس بات پر اختلاف ہو جاتا ہے کہ آپ برسوں سے شعبہ درس و تدریس سے وابستہ ہے اب آپ کو پڑھنے کی کیا ضرورت وہ چیز یں تو آپ کورٹ گئی ہیں ۔ لیکن یہ نہایت ہی شائستہ انداز میں جواب دیتے ہیں کہ کل جو کتب پڑھی تھیں وہ آج پرانی ہو گئیں میں علم کے میدان میں اب اتنی ترقی ہوگئی ہے کہ آئے روز نئی نئی تحقیقات اور کتب آرہی ہیں اور جونئی چیز ہے اس کو پڑھنا چاہئے کیونکہ جب آپ نئی چیز جسکی ملک و

معاشرے میں ضرورت ہے نہیں پڑھیں گے تو آپ کو کیا معلوم کہ آج جو چیز آئی ہے وہ کیا ہے تو اس طرح آپ علم کے میدان میں پیچھے رہ جائیں گے۔

اب آپ اس بات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ کس قدرعلم کے شوقین اور تڑپ رکھنے والے ہیں۔ اور میرا تمام نئی نسل کے طلباء و طالبات کیلئے یہ پیغام ہے کہ وہ بھی علم حاصل کر یں اور اسی طرح نئی نئی کتب کا مطالعہ دل جمعی سے کریں کیونکہ جو کل کا علم ہے وہ ماضی کا علم بن چکا ہے اور آج کا یعنی آنے والاعلم مستقبل کا ہے اس کے بارے میں لگن پیدا کرنی چاہئے تا کہ وہ علم میں گرانقدر خدمات انجام دے سکیں ۔ اور بالکل اسی طرح اساتذہ کوبھی پڑھانے سے پہلے اپنے سبق کی تیاری کرنی چاہئے ۔ انھیں یہ معلوم ہو کہ وہ کیا پڑھانے جارہے ہیں انھیں اپنے مضمون پرعبورہونا چا ہے ۔

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے اساتذہ:

Dr. Saad’s Teacher

ڈاکٹر اسما عیل سعد کے استاد
Clifton L. Hall

ڈاکٹر سعد اور مسزسعد کی امریکہ میں لی گئی
ایک یادگار تصویر

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے اساتذہ چاہے وہ پرائمری اسکول میں ہو چاہے وہ سکینڈری اسکول میں ہو، چاہے وہ کالج میں ہو یا عام زندگی میں وہ تمام کے تمام ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کیلئے نمونہ تھے۔ اور وہ بہت اچھا نمونے تھے۔ ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے پرائمری میں بہت قابل اساتذہ تھے وہ آج کے زمانے میں جیسے پی ٹی سی یا سی ٹی نہیں تھےبلکہ وہ لوگ تھے جو باہر امریکہ اور انگلینڈ سے ڈگریاں لے کر آئے تھے یعنی کہ پرائمری میں اتنے قابل اساتذہ میسر تھے ۔ اور ظاہر ہے کہ اگر بچوں کی فاونڈیشن اگر مضبوط ہوگی تو یہ بہت ہی اچھا ثابت ہوگا۔ یعنی کہ جس قدر بچے میں جذب کرنے کی صلاحیت جتنی ہوگی وہ اسی قد علم حاصل کر یگا اور بالکل اسی طرح

سعد صاحب میں جتنی سیکھنے کی صلاحیت تھی انھوں نے علم کوسیکھا اور جذب کیا اور جن ٹیچرز نے سعد صاحب کو انگریزی پڑھائی یا حساب وغیرہ سیکنڈری سطح تک یہ سب ہی ٹیچرز اپنے سبجیکٹ میں بہتنایاب تھے اور اگر ان اساتذہ کا آج کے دور میں مقابلہ کر یں تو وہ بہت ہی بلند پایہ استاد تھے اس زمانے گے۔

اور کالج میں سعد صاحب کے ایک انگریزی کے استاد تھے وہ ان سے بہت محبت کرتے تھے اور وہ عیسائی تھے انکا نام ہے بے کیف تھا وہ ساؤتھ انڈیا کے تھے اور کیمبریج سے تعلیم یافتہ تھے اور وہ سعد صاحب سے شاید اس لئے بھی محبت کرتے تھے کہ انھیں انگریزی زبان سے لگاؤ تھایعنی ان کو سعد صاحب سے بہت انسیت تھی۔ اور سعد صاحب کو ان سے ۔ اور پھر پرو فیسر مجیدا تنابڑا تاریخ ،ادب اور معاشرتی زندگی کوسمجھنے والا شاید ہی کہیں ملے ۔اس کے علاو ڈاکٹر عابد حسین جیسے بڑے لوگ بھی سعد صاحب کی زندگی میں گزرے۔

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب اور جامعہ ملیہ کراچی

Dr. Ismail Saad & Jamie Millie Karachi

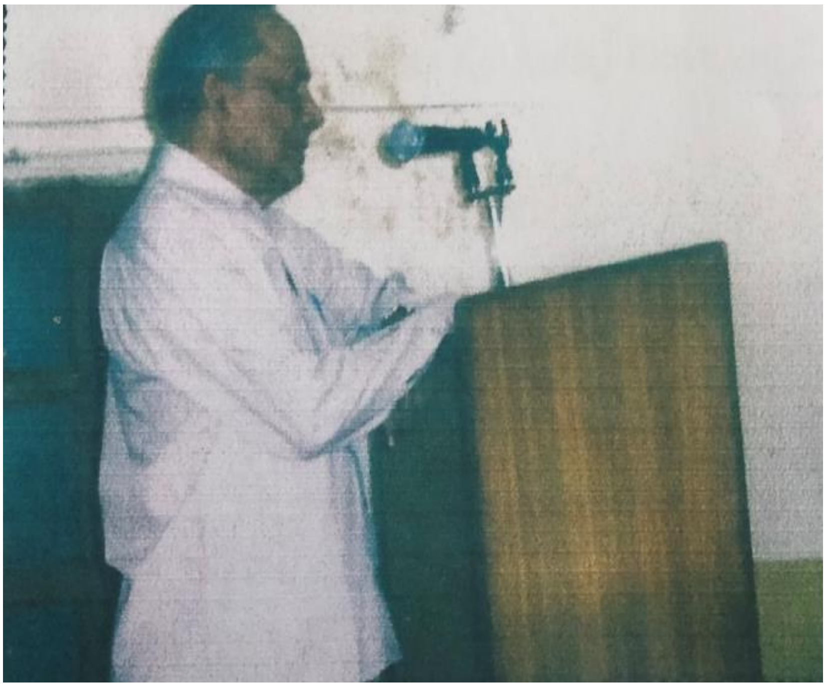

ڈاکٹرمحمودسعدکی جامعہ،ملیر کراچی میں آمد پر لی گئی تصویر

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب نے جامعہ ملیہ کراچی کوخود بنانے میں بہت کوشش کی اور خاص عرصےتک اسمیں کام کیا اور جومحنت انھوں نے اس ادارے کیلئے کی وہ رائیگاں نہیں گئی۔ کیونکہ ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب نے دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر اس ادارے کو ایک قومی ادارہ بنانے کی کوشش کی مطلب یہ کہ یہاں کسی قسم کی تفریق نہیں نہ مذہب وملت میں تفریق نہ جغرافیہ کی تقسیم ۔ یعنی اس قومی ادارے میں جتنے بھی لوگ آئے ان سب کوخوشآمد کرنا،ان سب کو مل کر رہنا سکھائیں۔ایک دوسرے کی قدر کرنا سیکھے لیکن چونکہ ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کیلئے یہاں کے حالات دہلی سے مختلف تھے۔ اور جب ان اداروں کو 1972ء میں قومیالیا گیا۔ کیونکہان اداروں میں بےجہی بھی شامل تھی ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب نے بہت اچھے ماڈل پیش کیے یعنی انھوں نےگرلز اسکول اور کالج کے بہت اچھے پروجیکٹس پیش کیے اور اگر آپ ان کو دیکھتے تو آپ کو بہت خوشی ہوتی کہ تمام اپنے اپنے کام بہت اچھے طریقے سے کر رہے تھے ۔ اور پیسے کا بھی صحیح استعمال ہورہا تھا۔ خواہ و و فیسوں کی شکل میں ہویا۔گورنمنٹ کی ایڈان کا بہت اچھے طریقے سے استعمال ہورہا تھا۔

دوسری بات یہ کہ اگر آپ لوگوں کو اچھا ماحول دیں تو وہ خود بخو داس میں کام کرینگے اور جو تعلیمی ادارےہیں اگر ان میں اچھے انسان جمع ہو گئے تو وہ ادارہ بھی اچھا ہوگا۔

لیکن چونکہ ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کیلئے اس ادارے کو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے کمپیر کرنا مشکل ہو جا تا ہے کیونکہ دونوں ادارے مختلف حالات میں تھے اور ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کا یہ تجربہ بھی بالکل غلط نہیں کیونکہ ان کو یہاں کے حالات دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ انھوں نے ایک پود الگا یا تھاوہ کیوں اس طرف جا رہا ہے۔ لیکن جب تک بیا دار مجلس ملی کے انتظام میں رہالیکن یہ بھی نہیں کہ یہ سو فیصد جامعہ دہلی کی طرح تھا بلکہ یعنی ایسے لوگوں کا مجمع تھا جو ایک دوسرے کو جانتے تھے ایک دوسرے کے ساتھ انٹرکٹ کرتے تھے۔اوران لوگوں کا مقصد ایک اشتراک تھا اور ایک تعلیمی خدمت کر رہے تھے ۔ اور آپ یہ دیکھئے کہ اگر اس وقت ملیر ، لانڈ ھی کورنگی سعود آباد میں بھی اگر آپ کو تعلیم نظر آتی ہے تو یہ جامعہ ملیہ ہی کی کوششوں کا ثمر ہے اور یہ جامعہ ملیہ کی خدمت کی وجہ سے ہے کیونکہ جامعہ ملیہ نے اس کی ابتداء کی۔ لیکن بہر حال اگر کوئی ادارہ ہے تو وہ اس معیار پر جاتا ہے جیسا اسمیں ہورہا ہوتا ہے۔ اور اگر انسان گڑ بڑ ہونا شروع ہو جائیں تو ادارہ بھی گڑ بڑ ہونا شروع ہو جائے گا۔

ڈاکٹرمحمودحسین تعلیمی کانفرنس

ڈاکٹرمحمودحسین تعلیمی کانفرنس کے مواقع پرلی گئی تصویر

عنوان: جامعہ ملیہ دہلی سے جامعہ ملیہ کراچی تک (ڈاکٹر اسماعیل کی تقریر)

ڈاکٹر محمودحسین مرحوم، کے لئے کچھ بھی کہتے ہوئے اپنی ذات کا حوالہ بہت ضروری ہے ۔ میں کہ سکتے ہوں کہیں ان میں اپنے لئے ایک خصوصیت محسوس کرتا تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ خصوصیت صرف مجھ تک محدودی خصوصیت تو وہ ہر ایک کے لئے رکھتے اور ہر کوئی اپنے کو ان سے تقریب محسوس کرتا تھا۔ ہم سب کے لئے ان کی شخصیت یوں سمجھ لیتے کہ ایک گھنے درخت کی تھی ، کہ جس کی پھیلی ہوئی چھاؤں میں صرف تھکے ہارے مسافر ی پتا نہیں لیتے ہیں ہر تم کے پرندے اور چڑیاں بھی اس کی ڈالوں پر اپنا آشیانہ بناتے اور چہچہاتے رہتے ہیں۔ ہر کوئی ، یہ کھتا ہے کہ درخت اس کا اپنا ہے ، یہی کچھ ڈاکٹر صاحب کی بات تھی ۔ ہر شخص ہیں سمجھتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب بڑی حد تک صرف اس کے اپنے ہیں۔بات اپنی ذات کے حوالے سے شروع ہوئی تھی تو مجھے یہ کہنا چاہئے کہ میری اپنی زندگی کی بابت کئی اہم فیصلوں میں ان کا پورا ہاتھ ہے ۔۱۹۵۳ء میں مجھے جامعہ ملیہ کی اس بستی میں کھینچنے کا اور یہ تاکید کرنے کا کہ میں جامعہ ملیہ کے اداروں کے لئے کام کروں گا ، ان ہی کا فیصلہ تھا۔ مجھے پڑھنے کے لئے امریکہ بھجوانے کا صرف فیصلہ ہی ان کا نہیں تھا بلکہ اس کے لئے جامعہ کی طرف سے مالی امداد کی ذمہ داری بھی بڑی حد تک قبول کی ۔اس دوران ان کو ایک مرتبہ امریکہ آنے کا موقع ملا تو بھی

میرے پاس آئے اور اپنے مخصوص انداز میں واقعات کو یاد کرتے رہے اور ان کی باتوں اور قہقہوں کے درمیان نہ جانے کب وقت گزر گیا ۔امریکہ سے واپسی کے ایک دو سال بعد جب میں نے یہ خواہش ظاہر کی مجھے جامعہ سے باہر کسی کام کی پیشکش ہوئی ہے تو اپنی مخصوص برہمی کے ساتھ انہوں نے مجھ سے کہا، اسماعیل تم سمجھ لوکہیں پیوں کے پیچھے تو نہیں جار ہے ہو، میں نے ان سے یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ مجھے اجازت دیں گے تو میں شام کو اس لئے کے میری کلائیں اسی وقت لگتی تھیں ، اپنا کام اسی دلجمعی کے ساتھ کرتا رہوں گا اور ادارے سے کسی معادنے کو طلب نہیں کروں گا ۔ اس بات کو میں نے تین سال تک نبھایا اور پھرانہوں نے مجھے یہ کہہ کر واپس بلا لیا کہ جامعہ کو تمہاری ضرورت ہے ۔ پھر ان اداروں کے قومیائے جانے کا مسئلہ اٹھا تو میں نے خواہش ظاہر کی کہ سرکاری نوکری کرنے کا مزاج میرے اندر نہیں ہے اور مجھے جانے دیں۔ لیکن وہ نہ مانے اور یہ کہا کہ ہم نے اس ادارے کو بڑی محنت سے بنایا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی وابستگی کو جاری رکھا اور جہاں تک ممکن ہو ان اداروں کی بہتری کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہو۔ میرے لئے ان کی بات ٹالنا ممکن بھی اس لئے تا کید سمجھ کر میں نے اپنے کو جامعہ سے منسلک رکھا۔ بعد کو پھر حالات کی تبدیلی کی بناء پر جب میں نے سرکارکواپنا استعفیٰ بھجوایا تو میرے گھر آگئے اور اپنے مخصوص انداز میں دیر تک ڈانٹتے رہے اور یہ کہا کہ اگر تم پڑھانا چھوڑو گے تو اپنی ذات پر ظلم کرو گے ۔ میرے پاس ان کی بات کا کوئی جواب نہ تھا اور میں آج تک اپنے کو درس و تدریس سے وابستہ دیکھتا ہوں تو میدان ہی کی وجہ سے ہے۔ مجھے اکثر ان کی باتیں ، اور خاص طور پر شفقت سے بھر پور ڈانٹ یاد آتی ہے اور دل تڑپتا ہے اور احساسات اقبال کے مصرعہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔
عاٹھ گیا ناوک فگن ، مارے گا دل پر تیرکون

یہ میری قسمت ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کچھ بڑے آدمیوں کو دیکھا ہے ، بلکہ ایک دو سے کسی قدر قربت بھی رہی ہے۔ پڑھ نہیں آپ میری بات سے اتفاق کر میں یا نہ کر میں لیکن میرے اپنے بڑے آدمی کے تصور میں سیاسی اور اشتہاری تھیں نہیں آتیں۔ دنیاوی کامیابیاں متاثر تو ضرور کرسکتی ہیں لیکن یہ بڑائی کا معیار نہیں ۔ بڑا آدی تو وہ ہوتا ہے کہ جس کی طرف آپ کھنچیں تو کھنچتے ہی چلے جائیں۔ قریب آ کر بجائے وحشت کے انسیت بڑھتی رہے۔ میں صرف ایسی شخصیت کو بڑا سمجھتا ہوں کہ جس میں خداداد صلاحیتوں اور اقدار عالیہ سے وابستگی کے ساتھ یہ سلیقہ بھی ہو کہ قوس قزح کی طرح رنگین اپنی صلاحیتوں کو سمیٹ کر ان میں توازن پیدا کر سکے اور اپنی شخصیت کے مختلف رنگوں کونکہ چور کی مانند ایک ایسی بیتاب کردن میں تبدیل کر سکے جودنیا میں ہردم روشنی بکھیر نے کے لئے رخصت تنویر کی طالب ہو ۔

ڈاکٹرمحمودحسین سے جو فیض ہم سب کو ملا ہے کا انکار کیسے ممکن ہے ۔ کہ وہ میری زندگی کے آخری بڑے آدمی تھے ۔ان کی یاد میں میرے لئے ہمیشہ قیمتی سرمامیں ہیں کی لیکن میں جانتا ہوں کہ وقت گزرنے کے ساتھ نم کی آنچ مدہم ہوتی جاتی ہے اور یاد میں بھی دھندلانے لگتی ہیں ۔ شاید اللہ نے انسانکے ساتھ یہ نعمت رکھی ہے کہ وہ حافظے کے ساتھ چیزوں کو بھولنے لگتا ہے اور احساس کی شدت میں بتدریج کمی آ جاتی ہے۔ یہ تو میں ضرور خیال کرتا ہوں کہ ان مدھم ہوتی ہوئی یادوں کو بے حسی میں نہیں تبدیل ہونا چاہئے ۔ بلکہ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کیلئے مجھے یہ کہنا چاہیے کہ ان کا حق ہمارے اوپرا تھا ہے کہ ان کو نہ یادرکھنا خوداپنے ساتھ زیادتی ہے ۔ ڈاکٹر صاحب نے ہم سب کو جس طریقے سے چاہا ہے جس طرح ہماری الگ الگ شخصیتوں کو سیراب کیا ہے، اس کے قرض کو چکانا بساط سے باہر ہے۔ لیکن ذاتی تعلق تو ایک داخلی کیفیت ہے۔ ان کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے تو ہمیں ان عملی کاوشوں کو بار آور کرتا ہے جنہوں نے ان زندگی میں ایک ادارتی شکل اختیار کر لی ہے ۔ جامعہ ملیہ کے تعلیمی ادارے انہوں نے خون جگر سے تیار کئے تھے اور ان کو پھلتے پھولتے دیکھنا ہماری ذمہ داری ہے ۔ دل رکھتا ہے کہ جب ہم ان کو کسمپرسی کی حالت میں دیکھتے ہیں اور بے بسی کے احساس کو شدت سے محسوس کرنے لگتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جامعہ ملیہ کی اس بستی میں یہ صلاحیت پورے طور پر موجود ہے کہ میں ایک یو مینورسٹی کی شکل میں تبدیل ہو سکے۔ ہم تو اب تک بس یہی کر پائے ہیں کہ موضوع کو زندہ رکھا جائے ۔لیکن ہم پورے طور پر ابھی تک یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہم اپنی اس خواہش یا کاوش میں کسی ایسی حد تک کامیاب بھی ہوۓ ہیں کہ جو یک گونی تسلی خاطر کا سبب بن سکے ۔ میری اب یہی خواہش ہے کہ ایسا ہو سکے لیکن خواہشیں اپنی تیل کو لئے حو صلے، عزم ، جدوجہد اور وسائل کا مطالبہ کرتی ہیں ۔ میرا یہ بھی بھی چاہتا ہے کہ جامعہ ملیہ کی وہ نئی نسلیں جو تحصیل کر چکی ہیں ،یا جواب بھی پڑھ رہی ہیں ، اس ذمہ داری کو اپنائیں ۔لیکن یہ بھی تمنا سے زیادہ کچھ اور نہیں ۔ میں ہی ہیں کہ سکتا کہ آج کی پیلس کسی قسم کا نقطہ آغاز ہے لیکن بہر حال اگر نیک یاد میں ہی کچھ دیر کے لئے بسیرکر لیں تو یہ بھی کوئی ایسا برا تجر ب ہیں۔

میں آج کی اس تقریب میں ان تمام مہمانوں کا شکر یہ ادا چاہتا ہوں جواس وقت یہاں موجود ہیں اور جنہوں نے ہمارے ساتھ شریک ہونے کے لئے کچھ وقت نکالنے کی کوشش کی ۔ ان میں کچھ لوگ تو وہ ہیں جو جامعہ ملیہ کے کاموں سے وابستہ رہے ہیں۔ میں خاص طور پر تصویر ضیاء صاحبہ کا نام لینا چاہتا ہوں کہ ان کی ذات ڈاکٹر صاحب کی جدائی کے بعد ہمارے لئے ایک سہارارہی ہے۔ انہوں نے مجھ کو ہمیشہ بھائی اور بہن کے رشتے میں دیکھا حالانکہ میں جانتا ہوں کہ اپنی بے خیالی کی بناء پر میں ہرگز

اس تعلق کا سزاوار ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ وہ ہم میں موجود ہیں ۔ میں ڈاکٹر فرمان تیوری اور پروفیسر اخلاق اختر حمیدی کے نام تو ان حضرات میں شامل ہیں و جو ہمارے درد میں برابر کے شریک ہیں اور ہماری مشتر کہ امانت کے امین اور ذمہ دار ہیں ۔ میں اس موقع پر خاص طور سے جناب یوسف جمال کا نام لینا چاہتا ہوں جنہوں نے ہماری دعوت کو اس قدرخوش دلی سے قبول کیا ۔ میں تو ان کو جانتا ہوں لیکن شاید وہ مجھے نہیں جانتے ۔ انہوں نے بہت سے انتظامی عہدوں کی ذمہ داری قبول کی ہے اور اس وقت بھی صوبہ کے محتسب کی خدمات انجام دے ہیں ۔ لیکن ہمارے دل میں ان کی قدران کی ڈاکٹر صاحب سے انسیت کی بناء پر ہے جس میں وہ ہمارے ساتھ پورے طور پر شریک ہیں۔سب سے آخر میں لیکن سب سے نمایاں طور پر میں جناب صدر ڈاکٹرمحمودحسین قاضی کی طرف آپ سب کی طرف سے مخاطب ہونا چاہتا ہوں۔ مجھے ان ساتھ کام کرنا کا موقع ملا ہے اور ہم تقریبا اپنی ہر محبت میں ڈاکٹر صاحب کی یادوں کو تازہ کرتے رہتے ہیں ۔ ان کی موجودگی میں مجھے ڈاکٹر صاحب مرحوم کا صدمہ کم کم محسوس ہوتا ہے ۔ میں اقرارکرنا چاہتا ہوں کہ ان کے اندر میں نے جو بڑائی دیکھی ہے اس میں مجھے ڈاکٹر محمود حسین کی بڑی واضح جھلک نظر آتی ئے۔ان الفاظ کے ساتھ ایک مرتبہ میں آپ سب کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ شکریہ۔

ڈاکٹراسماعیل سعد صاحب اور جامعہ ہمد رد کراچی

Dr Ismail Saad & Jamia Hamdard Karachi

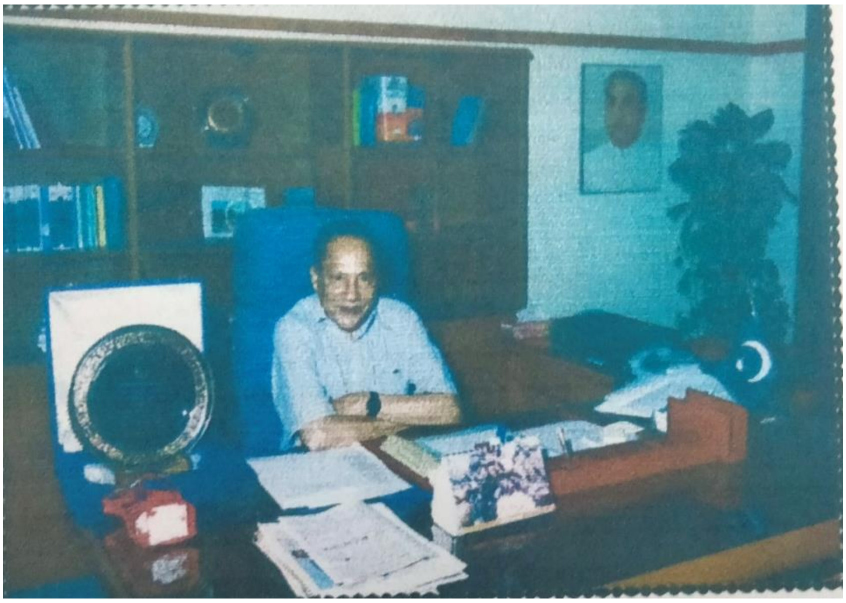

صاحب بحیثیت ڈاکٹرسعد وائس
چانسلرہمدردیونیورسٹی

ڈاکٹراسماعیل سعد صاحب کچھ عرصہ "کالج آف ایجوکیشن" یعنی قاسم آباد میں رہے پھر ڈاکٹراسماعیل سعد صاحب کراچی یونیورسٹی چلے گئے اور وہاں رجسٹرار رہے پھر جامعات میں "ڈیپارٹمینٹ آف ایجوکیشن" اورپھر ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب "ڈیپارٹمینٹ آف اسپیشل ایجوکیشن" میں ایک کورس اسپیشیلائیزیشن شروع کروایا اوروہ کامیاب بھی ہوا اور ماشاء اللہ اب خاصا چل بھی رہا ہے۔ اور لوگ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔ اور اس نیٹ ورک کو پھیلا رہے ہیں۔ ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب ہفتہ میں ایک مرتبہ کراچی یونیورسٹی میں جاتے ہیں اور وہاں جتنے بھی ٹیچرزہیں سب نےپی ایچ ڈی کی ہوئی ہے یہ کہنے کا مطلب ہیے کہ یہ ادارہ ٹھیک ٹھاک چل رہا ہیے جیسے ٹھیک ٹھاک یہاں پر چلتے ہیں۔

اور جب ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب قاسم آباد سے ریٹائرڈ ہوئے تو حکیم محمد سعید صاحب کا ایک پیغام موصول ہوا جو ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب نے مان لیا کیونکہ حکیم صاحب بہت اچھے انسان تھے اور ظاہر ہے کہ جب کوئی اچھا انسان کام کرنے کو کہے تو یہ بڑے اعزاز کی بات ہوتی ہے جسکی وجہ سے ڈاکٹر صاحب حکیم سعید صاحب کے پیغام کو ٹال نہ سکے اور پھر وہاں انسٹیٹیو آف ایجوکیشن سے منسلک ہو گئے اور تین سال تک کام کیا اور اس ادارے کے وائس چانسلر بھی مقرر ہوئے۔

ڈاکٹر اسماعیل صاحب گورنر سندھ کے ساتھ ایک تقریب میں

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کی تعلیمی خدمات

Education Services of Dr. Ismail Saad

ACADEMIC QUALIFICATIONS

Institution	Year Degree Received
Jamia Millie Isami, Delhi	1950 B.A
Meerut college	1953 MA (Economics)
George Peabody College for teacher's	1958 MA Education (Major)
Nashville, Tennessee, USA	Sociology (Minor)
George Peabody College for teacher's	1961 Ph. D Education (Major)
Nashville, Tennessee, USA	Sociology (Minor)

Experience:

Currently

Associated with Iqra University as dean, faculty of education and learning science

From March 2005 to date

Chairman, united education institute, Sindh consortium, Esra

1) Vice chancellor, hamdard university, Karachi, may 2001 to September 2003

2) Dean, faculty of humanities & social sciences. Director, hamdard institute of education and social sciences

3) Project director, department of special education, university of Karachi. 1988-1996

4) Duties initially included the designing of a program of studies, developing the paraphernalia, and organizing resources for the establishment of a new department of special education in the university. The program started at the end of 1988 and worked under my direction until December 1996.

5) chairman department of education, university of Karachi 1987- 1990. Duties included supervisory work, teaching of courses and directing research work.

6) Chief consultant saad publications, 1979-1987. Duties included development of a publishing and translation program. Additionally, during this period also accepted the following assignment:

Research director, m. Phil. / PhD program (Karachi region) Allama Iqbal open university.

Managing editor, monthly better education, Karachi.

Teaching at the University of Karachi as a cooperative professor in the department of education.

7) Registrar, university of Karachi, November 1976-october 1979. Duties included supervision and running of the general administration of the University of Karachi.

8) Acting principal, Government College of education, July 1976- November 1979.

9) Teacher, Government College of education, Qasimabad, Karachi. August 1973-july 1976. During summer (June-august 1974) the us educational foundation in Pakistan in consolation with the ministry of education requested services on loan to conduct the institution in the history and culture of Pakistan and act as the coordinator of the institute.

10) Principle, (June 1972-july 1973) Jamia Millie College, Karachi (in September

The college was nationalized). In April 1973 the department of education nominated for a course in advanced administrative training at NIPA, Lahore.

11) Professor of education and vice principle Jamie Millie College, April 1970-june 1972.

12) Editor and compiler of “selected biography of education Materials Published in Pakistan" (1976-1985). The duties included abstracting of educational

materials published in different languages in Pakistan and compiling it in the form of a periodic bibliography several issues of the bibliography were produced. The work was on a contract basis and was prepared for the Department of Health, Education and welfare and the National Science Foundation, Washington DC USA.

13) Acting Deputy Executive Secretary at the United States Educational Foundation in Pakistan. August 1963-August 1967. The position entitled administrative duties plus the organization and development of the Foundation program of Special events and University Counseling.

14) Deputy Director at Jamia Institute of Education, Malir City, Karachi. August 1961-July1963. (Then on until 1970 the position continued as honorary service in part time capacity), teaching of courses in the Philosophy, theory, psychology of education plus supervision of practice teaching program, supervision of teaching and clerical staff and editing of the Jamie quarterly, a journal published by the institute.

15) Abstractor at meteorological and Gastro physical abstracts, American meteorology society 1959-1961.

16) Teaching at the Jamia Millie secondary school, Majilis-e-Talim-e-Milla, Malir city, Karachi 1959-1961.

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کی کتب

Books of Dr. Ismail Saad

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب نے ابھی کوئی کتب نہیں لکھی۔ ہاں بے شمار مضامین لکھے
پانچ ، چھ کتابوں کے ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب تراجم بھی کر جو چھپتے رہے ہیں
کتاب لکھی نہیں بلکہ ڈاکٹر چکے ہیں۔ لیکن کتب کے بارے میں یہی ہے کہ کوئی
اسماعیل سعد صاحب کا اب لکھنے کا ارادہ ہے۔

WRITING AND PUBLICATION:

Title of Doctoral Dissertation: A Comparative Study of Seven Representative. Western and Indo-Pakistan Educational Thinkers.

1. Educational Implications of Iqbal's Philosophy - Jamia Educational Quarterly, Vol. II, July 1961, No. 3.

2. Tagore: An Indian Approach to Education - Jamia Educational Quarterly, Vol. II, October 1961, No. 4.

3.Religion and the Teaching of Religion in a System of national Education with special reference to Pakistan - Jamia Educational Quarterly, Vol. Ill, January 1962 No. 1.

4. Why Academic Freedom - Jamia Educational Quarterly, Vol. IV, January 1963.

Philosophy and Education - Jamia Educational Quarterly, Vol. IV, July 1963, No. 3.

5. Philosophy and education Jamia educational quarterly, vol. IV, July 1963, no.3.

6. Platonic Philosophy of Education - Jamia Educational Quarterly, Vol. IV, October 1963, No.4.

7. Iqbal's Philosophy and Psychology of Education - Jamia Educational Quarterly, Vol. VII, April 1966, No. 2

8. A Library in Every Home- UNESCO News Letter, Vol. VIII, No. 1,2,3.
9. Educational and Pakistan's Cultural Unity Education and National Integration (Karachi Jamia Millia Institute of Education, 1967).
10. Ameriki Taleem (Translation in Urdu of Joseph F. Koffman's book on "American Education").

11. Falsa-e-Talim Ki Zarurat - Sanvi Talim, Vol. I No. 4.
12. Pakistan Ki Talim Ke Bunyadi Khaddo Khal Imroze (English Edition) Lahore, October 27, 1968.
13. The Impact of western Cultural Influences on Pakistani Education - Jamia Educational Quarterly Vol. 9, No. 3.
14. Dewey and Iqbal - Jamia Educational Quarterly, Vol 10, No. 1.
15. Karawan Aur Sitara (Translation of Margrate Mead's Book "The Wagon and the star").
16. Samaji Bahbud men Tolaba Ka Kirdar- Fikro Khayal (Karachi) 7 16. (11, 12) 1969.
17. Science Aur Talim: Ek Nazriati Jaiza, Talimo Tadris (Labore) Vol. 2, 3, 1969.
18. Adult Education and the Strategy for Social Change – Jamia Educational Quarterly, Vol. II, No. 3.
19. A Theoretical Reappraisal of Teacher Educational in Pakistan Jamia Educational Quarterly, Vol. 13, No. 1, 1971.
20. Demand for a Separate University for Women - Female Education (Karachi: Jamia Millia Teachers College), 1971.
21. Education and the Ideology of Pakistan 21. Jamia Educational Quarterly, Vol. 13, No. 2, 1972.

Title Dr. Ismail Saad's Concepts of Educational Services

22. Nazari o Amali Talim - dr. Mahmud Husain Ke Nuqtae Nazar Se (Dr.
Mahmud Husain's view of Theoretical and Practical Education) Nigar (6,7) 1975, Karachi.
23. Kuch Falsafai Talim Ke Difa maiy (In Defense of educational Philosophy), Quomi Talim (Government College of Education, Karachi) 1975-76.

24. Dealing with Students and maintenance of Discipline, Varsities (Vol. II, No. 2), U.G.C. Publication, March- April, 1977, Karachi.
25. Iqbal Aur Talim (Iqbal and Education), Nigar, Iqbal Number (11-12), November December 1977, Karachi.
26. Zahne Jazib (Urdu Translation of Maria Montessori's Book "The Absorbent Mind") Pakistan Montessori Association, Karachi, 1979.
27. Educational Objectives: A critical Evaluation of the System, Varsities (Vol.III, No. 3), U.G.C Publication, May-June, 1978, Karachi.
28. The Educational Challenge to Islam, the Changing World of Islam: Bureau of Composition and Translation, University of Karachi, pp. 77-92.
29. Islamisation of education in Pakistan: An Evaluation Study, Muslim education Quarterly, Vol. 4, 1987, The Islamic academy: Cambridge CB42 DB, UK.
30. Bachche Ki Daryaft (Urdu Translation of Maria Montessori's Book
30. "Discovery of the Child"), Pakistan Montessori Association, Karachi, 1987.
31. Merits and Demerits of English as Medium of Instruction in Pakistan: Better Education, 1986.
32. Ala Talim Ke Masail (The problem of higher Education) Better Education, Vol 3, No.5 &6. Appeared as a serial from 1986.
33. The Reading Habit: knowledge, Karachi 1986.
34.Kamrac Jmaat men Katubkhana: Class Room Libraries knowledge, Karachi 1986.
35. Child at 6- On the Threshold of a New Birth (Pakistan Montessori association) 1986.

36.Parhne Ki Aadat Kar Farogh Talimi Nuqtae Nigha Se (The Development of Reading Habit from An Educational Point of View) National Book Council, Karachi.
37.Bachchon Ke Aadab Ka Farogh (The Development of Children's
Literature), National Book Council, Karachi.
38. Violence on Campus (A research study published by the University of Karachi) 1987.
39. Philosophy of Education in the Context of a University (University of
Karachi).
40. Education of the Muslim Youth and the Role of the Universities (university of Karachi) 1987.
41. Qaumi Zaban, Zariyae Talim Aur Talim Hikmat Amlian (National
language, Medium of Instruction and Educational Policies), institution
of Policy Studies Publication, Islamabad 1989.
42. Tolaba Men Tashaddud Ke Rujahanat (Tendencies of Violence among
Students) Agahi, Karachi, Vol. 2, No. 3, September 1990.
43. Science Aur Technology men Urdu ki Ahmiat (Importance of Urdu in Science and Technology), Aghai, Karachi Vol. 3. March-April, 1991.
44. Talim ka Nazriyati Pahlu (The Theoretical Aspect of Education), Agahi, Karachi.
45. Talimo Tahqiq Ka Bahami Rishta (The Interrelationship between Education and Research), Agahi, Vol. 4, January 1991.
46. Teacher Training in Special Education (Agha Khan Foundation Seminar), Islamabad, August 1991.

47. The System of Examinations and Educational Policies (Institute of Policy Studies), Islamabad, 1991.
48. Democracy and Education with Special Reference to Pakistan (Islamics Vol. 1, No. 1, Spring 1990), Karachi.
49. Vocational Education and Special Children (Better Education), Karachi.
50. Teacher Training in Mental Retardation (AFMR Conference, Karachi) 1991.
51. Meaare Talim KO Qaim Rakhne mein Ghair Tadrisi Amle Ka Kirdar (The Role of Non-Teaching Staff in Maintaining Educational Standards), university of Karachi, 1992.
52. Uloome Imrani Aur Talim men Sciensi Fikr Ki Ahmiat (Importance of Scientific Thinking in Education and Social Sciences), Presidential Addressed Published by Urdu Science Conference, Bahawalpur, 1992.

کانفرنس

CONFRENCES

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کو بہت سی تعلیمی کانفرنس میں جانے کا موقع ملا لیکن ایک تعلیمی کا نفرنس جو بہت اہم تھی وہ والڈ مسلم ایجوکیشن کانفرنس جو قاہرہ میں 1978ء کو منعقد ہوئی تھی اور اس کا نفرنس کی اہم بات یہ تھی کہ یہ تمام مسلم ممالک کی کانفرنس تھی ۔ اور یہ سپانسر شدہ

بائے سعودی عرابیہ

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے تصورات

Concepts of Dr. Ismail Saad

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کا یہ خیال ہے کہ ہم نے ایک ملک بنایا تھا اور اس کے بعد سب کا یہ فرض تھا کہ اس ملک کو اچھا بنا ئیں لیکن وہ ہم اجتماعی طور پر نہیں کر پائے ۔ اور شاید اب یہ ہونا بھی مشکل ہے لیکن یہ ضرور ہو

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے شاگرد جب انکے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرہم کیا کام کر سکتے ہیں تو ڈاکٹر صاحب یہ کہتے ہیں کہ آپ اپنا کام خوبی کے ساتھ انجام دینے کی کوشش کریں یہ آپ کی ذمہ داری ہے ۔ اور جو کام آپ کو تفویض کیا گیا ہے اسے اچھے طریقے سے اور ایمانداری اور اچھی قدروں کے ساتھ انجام دیں۔ اور اگر قطرہ قطرہ یونہی ہوتا گیا تو یقینا کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا لیکن اس کے لئے ہمیں اپنا ماحول اپنا کلچر بدلنا ہو گا۔ اور ہم نے اپنےکرلچر کو ایک دلدل بنا لیا ہے اور ہم اس دلدل میں پھنسے جارہے ہیں اور ہم نے کبھی اس کرلچر **کو بدلنے کی کوشش نہیں کی ہم نے بھی ایسا نہیں کیا کہ ہماری وجہ سے دوسرا آدمی اچھا ہے ہم اسکو خراب بنانے کی کوشش تو ضرور کرتے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ ہم اپنا کام اچھے طریقے سے نہیں کر پاتے ہماری ہمیشہ دوسروں کے اوپر نگاہ ہوتی ہے اور ہم دوسروں کو الزام دیتے ہیں۔**

لیکن اگر آپ خود اپنا محاسبہ کریں اور اپنا جائزہ جتنا زیادہ لے سکتے ہیں اور اپنے آپ کواکاونٹیبل بنا ئیں اتنا ہی آپ جذب کر سکتے ہیں۔ مطلب یہ کہ انسان کی اپنی

صلاحیتیں تو محدود ہوتی ہیں لیکن وہ پل کو بہت زیادہ ہو جاتی ہیں۔ تھوڑا آپ نے کیا تھوڑا دوسرے نے کیا۔ آپ دیکھیں کہ بعض انسان جنگی انفرادی زندگی سے بہت زیادہ فرق پڑ گیا۔ مثال کے طور پر حکیم محمدسعید صاحب جنکی انفرادیت سے بہت زیادہ فرق پڑا اور فرق تو ضرور پڑا صرف ایک آدمی کی وجہ سے تو مطلب یہ ہے کہ اگر ایسے بہت سے لوگ پیدا ہو جائے تو فرق ضرور پڑے گا۔ لیکن ہم کیا کرتے ہیں کہ دوسروں پر نگاہ رکھتے ہیں انھیں جواز بنا لیتے ہیں اور پھر اور زیادہ خراب ہو جاتے ہیں بجائے اس کے کہ ہم اپنی اچھائی دوسروں تک منقل کریں بلکہ ہم دوسروں کی خرابیاں بھی اپنے اندر لے لیتے ہیں

نصاب

CURRICULUM

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے مطابق کہ آپ کے ہاں جو تعلیمی نظام ہے وہ منشاء یا مقاصد پورے نہیں کر رہا ہے کہ جو اس کے لئے متعین کئے گئے تھے ۔ مقاصد جو آپ پورا کرتے ہیں اس میں فاصلہ تو ہونا چاہئے لیکن بہت زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہئے مقاصد اسی وقت حاصل ہوتے ہیں جب وہ ایک شکل اختیار کرے تب وہ حاصل ہوتے ہیں یعنی آپ بڑی اونچی اونچی باتیں کرتے ہیں کہ ہم مثالی مسلمان بنا دے گئے۔
دعوے تو آپ بہت کرتے ہیں آپ اپنی پالیسی دیکھ لیں ۔ یہ سب اونچی اونچی با تیں ہیں کہ ہم اخوت پھیلائیں گے اور جو اخوت پھیل رہی ہے وہ ہمیں معلوم ہے۔

تو اصل میں تعلیم کا یہ کام ہے کہ جو اصل قدریں ہے جو آپ کی اعلی قدر میں ہیں ان کو پہلے ان کو سیراب کریں انکی آبیاری کریں اور اس طرح سے آبیاری کریں کہ وہ بچوں کی شخصیت میں دراڑ پیدا کرے وہ در آجائیں لیکن وہ ہم نہیں کر پاتے تو اس کی بنیادی وجو ہات ہو سکتی ہیں آپ ایک چیز کو ہی لے لیں تو آپ کیلئے بڑا مشکل ہوجائے گا اس کیلئے آپ کو اچھے ٹیچر بھی چاہئے ۔ اچھا نصاب بھی چاہئے اور ایسا نصاب چاہئے جو واقعی میں کچھ سکھائے جو واقعی ہی ان کوکسی قابل بنائے اور جو واقع ہی اٹھی اندرونی زندگی میں اچھائی پیدا کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ نصاب کو اس کے ہر قسم کے تقاضے پورے کرنے چاہئے اس کو اچھا مسلمان اور اچھا انسان بنائے اور انسان کو اس قابل بنائے کہ وہ معاشی زندگی میں حصہ لے سکے اور وہ اچھی نوکری کر سکے اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کیلئے پیسہ کما سکے اور جو بنیادی ضروریات ہیں ان کو پورا کر سکے۔

اور آدمی بن سکے اور سے مراد ہے کہ ملک کی جو معاشی زندگی ہے اس میں اپنا حصہ دے سکے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ ایک اچھے ڈاکٹر ہیں اگر آپ ایک اچھے نرس ، اچھے کارخانہ چلانے والے اور ایک اچھے وکیل ہیں یہ ساری چیزیں جو ہیں یہ ایک پیشہ ہے اس سے آپ کی جو انفرادی زندگی ہے اس کو تو سہارا ملتا ہے اس لئے کہ آپ نوکری کرتے ہیں آپ کو تنخواہ ملتی ہے لیکن آپ کا جو کام ہے اس سے پوری قوم کو فائدہ ملتا ہے پوری معیشت ترقی کرتی ہے۔

ایک اور بات وہ یہ کہ آپ کھیل کھیلتے ہیں اس کے بھی کچھ قاعدے ہوتے ہیں لیکن ہم لوگ جو کھیل کھیلتے ہیں اس کے اصول اور قاعدے نہیں ہوتے مثال کے طور پر اگر آپ چھینا چھٹی کرتے ہیں تو یہ قاعدے نہیں ہوتے اگر آپ ایمانداری کے ساتھ کھیل کھیلتے ہیں کسی دوسرے کو گراتے نہیں تو وہ کھیل ہے زندگی کو بھی گزارنے کے کچھ قاعدے ہوتے ہیں کچھ سلیقے اور ضابطے ہوتے ہیں۔ اور ان ضابطوں میں یہ بڑی چیز ہے کہ آپ دوسروں کا خیال کریں وہ ہم نہیں کرتے تو بات یہ ہے کہ اگر نصاب ایک مرتبہ امریکہ سے ہو کر آ جائے اور آپ نے وہاں کے مطابق نصاب کو بدل بھی دیا تو اس سے کچھ فائدہ نہیں تو نصاب جو ہے وہ جب تک جماعت میں بچے کے مزاج میں سرایت نہ کرے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ۔ بچے کو وہ علم آتنا چاہئے اور جو اس کی شخصیت ہے اس کا جو ہے یہ ساری چیزیں ہے اس کے اندر اترنی چاہئے مثلاً اسے یہ پتہ ہونا چاہئے کہ اس سے مجھے نقصان پہنچے گا یا فائدہ۔ اسے اپنے منصب میں ایماندار ہونا چاہئے اسے دوسروں کا خیال کرنا چاہئے یہ جو چیزیں ہیں یہ آپ کا نصاب بچے کو نہیں دے پاتا۔

شمولیت تعلیم

Participation of Education

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب ایک استاد ہیں اور انھوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو درس و تدریس سے وابستہ رکھا ۔ اور اسکے باوجود میدان کا شوق بھی تھا اور انتخاب بھی۔

علامہ محمد اقبال نے کیا خوب کہا...
اقبال نے دی مسلمانوں کو سوزِ اپنا
یہ ایک مردتنا سا تھا اتنا سا کے کام آیا

اور ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب نے اس پیشے کو اچھا سمجھا اور ان کے دل میں اس پیشے کیلئے قدر تھی اور

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کا یہ خیال تھا کہ یہ پیشہ پیسہ دے یا نہ دے اس کی اپنی ایک اہمیت ہے۔ لیکن یہ اہمیت آپ کو خود محسوس کرنی ہوتی ہے دوسرے نہیں محسوس کرواتے دوسرے آپ کو گھٹیا سجھتے ہیں اگر آپ ان کے گھٹیا سمجھنے سے آپ اپنے آپ کو گھٹیا سمجھنے لگے تو پھر گئے ۔ آپ کو خود تھوڑی سی مشقت کرنا پڑتی ہے اپنے آپ کو تسلی دینے کیلئے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب اس حق میں بھی ہیں کہ ٹیچرز کے حالات اچھے ہو ان کی آمدنی اچھی ہونی چاہئے ان کے بچوں کی تعلیم بہت بہت اچھے طریقے سے ہوئی چاہئے اور ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب اب یہ بہت زیادہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ اس لیول پر بہت اچھے استاد ہونے چاہئے قابل استاد ہوئے چاہئے ۔ اور اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ آپ کو گھٹیا چھوڑ دیں

نظم و نسق

ADMINISTRATION

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے خیال میں ایڈ مینسٹرٹر میں یہ چیز ہونی چاہئے کہ آپ اپنے انتظامات اچھا کریں اور جو آپ کے ساتھ کام کرنے والے ہیں انکا بہت زیادہ خیال رکھیں لیکن اس کے برعکس سعد صاحب کے جو کولیگس اور ساتھی ہیں ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کو ان کا بڑا خیال رہتا ہے اور یہی وجہ ئے کہ انھیں زیادہ پریشانی رہتی کہ کوہی کام ٹھیک طریقہ سے نہیں ہوا لیکن یہ ہے کہ کچھ کام تو ضرور ہورہاہے۔

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے پی، اے ایس جناب آمیں الرحمن صاھب کے تاثرات ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے پرنسنل اسٹینٹ اسٹاف آہیں الرحمن سے جب بات ہوئی تو انھوں نے ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے نظم و نسق کی بیت تعریف کی اور بتایا کہ ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب دوسروں سے کام لینا بخوبی جانتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ بخوشی کام کرنے پر رضامند ہوجاتے ہیں۔

<u>تحقیق</u>
RESEARCH

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب نے ایک پی، ایچ ڈی تو ریسرچ میں کی اور جب انھوں نے ریسرچ کی تو اس وقت ان کو جو ریسرچ کا موضوع تھا وہ تھا

" مغربی دنیا اور ہندوستان پاکستان کے فلسفی"

اور چونکہ ڈاکتر اسماعیل سعد صاحب کو فلاسفی میں بھی بہت دلچسپی رہے لیکن داکتر اسماعیل سعد صاحب نے بے شمار موضوعات پر ریسرچ کی اور لکھتے بھی رہے لیکنڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب نے کونسیپچولی فیلڈ ریسرچ بہت زیادہ نہیں کی۔

نفسیات

PSYCHOLOGY

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب نہایت ہی سیدھے انسان ہیں۔ اور ان میں کوہی خاص نفسیاتی بات تو ہے نہیں اور بس یہ کہ انہیں دوسروں سے کوئی شکایت نہیں نہ اپنے آپ سے ہے ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کی نفسیات۔

فلسفہ تعلیم

EDUCATION PHILOSOPHY

ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کے مطابق کہ کسی بھی ملک کا جو تعلیمی نظام ہوتا ہے وہ ان کا اپنا ہونا چاہئے اس کا تعلق اس کے تمدن سے گہرا ہونا چاہئے اس کی قدروں سے گہرا ہونا چاہئے اور زندگی کی جو ہاہیر ویلیوں ہے اور بہت زیادہ بوریڈ چیزیں نہیں ہونی چاہئے اور ڈاکٹر اسماعیل سعد صاحب کا خیال ہے کہ ہماری انگریزی زبان اچھی ہونی چاہئے اردو اور علاقائی زبان بھی اچھی ہونی چاہئے اور ہم آپ جس زبان میں بھی پڑھنی ہے کیونکہ انگریزی ڈیت اس آہ سورس آف نولیج اور زبانیں ذہین کو کلیٹی ویٹ کرتی ہے اس سے زہن میں کشادگی پیدا ہوتی ہے۔

فلسفہ تعلیم کی ضرورت

فلسفہ تعلیم کی ترتیب میں دوالفاظ شامل ہیں۔ تعلیم اور فلسفہ۔ بات اگر صرف تعلیم کی ضرورت پر ہورہی ہوتی تو سمجھنے سمجھانے میں چنداں دقت نہ ہوتی۔ آج کی زندگی میں کون ہے جو تعلیم کی ضرورت واہمیت سے واقف نہیں۔ گھر گھر تعلیم کا چاچہ ہے۔ شہروں اور قصبوں کا تو زکر ہی کیا۔ دور دراز تک تعلیم پھیل چکی ہے۔ تعلیم کی اہمیت کا احساس سبھی کو ہے اور ان لوگوں کو شاید کچھ زیادہ جن کو اپنی زندگی میں تعلیم کے مواقع حاصل نہ ہوسکے۔ لیکن اس وقت ہمارا موضوع تعلیم نہیں بلکہ فلسفہ ء تعلیم کے ساتھ فلسفے کی اہمیت و ضرورت کی بھی سمجھنا ہے۔

تعلیم اور فلسفہ ، ان دونوں الفاظ پر آپ غور کیجئے تو آپ کو بڑا دلچسپ تضاد نظر آئے گا۔ تعلیم کا لفظ عام اور مقبول ہے فلسفے کا لفظ اتنا ادق اور غیر مانوس ہے۔ عام کوگوں کے کان تو فلسفے کے لفظ سے نا آشناہی ہیں، لیکن جولوگ اس لفظ سے واقف ہیں، ان کے ذہنو میں بھی فلسفہ کے عجیب مفہوم اور اثرات ہیں۔ عام طور کسی مسئلے میں بال کی کھال نکالنے لو فلسفہ سمجھا جاتا ہے اور اس سے ایسی سوچ بچار مراد ہوتی ہے، جو انتہائی الجھی ہوئی او عمل سے کوسوں دور ہو۔ فلسفے کے اصل معنی اب ایک مرتبہ کسی لفظ کے معنی بگڑ جاتے ہیں۔ الفاظ تو آپ جانتے ہی ہیں، ہمارے ذہنوں پر کتنا ظلم ڈھاتے ہیں۔ جب ایک مرتبہ کسی کے الفاظ کے معنی بگڑ جا تے ہیں، تو یہی بگڑے ہو ئے معنی زہن پو تسلط جمالیتے ہیں اور ان کے اثر سے جھٹکارا پانا اچھے خاصے سمجھدار آدمی کیلئے بھی انتہائی مشکل ہوجاتا ہے۔

فلسفے کا لفظ یونانی زبان سے ماخوذ ہے اور اس کے اصل معنی فراست سے لگاؤ یا دلچسپی کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم جو بھی کام کریں، اس میں حتی الوسع دانائی اور سمجھداری کا راستہ اختیار کریں۔ یعنی اپنے کسی بھی عمل یا بات میں سمجھ بوجھ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ جب کسی صورت حال سے اچھی طرح نمٹنا چاہتے ہیں، تو اس کے ہر پہلو پر غور و فکر اور سوچ بچار کی ضرورت ہوتی ہے۔ شاید اسی لئے فلسفے کا زیادہ تر تعلق ذہنی سوچ بچار سے ہوتا ہے۔ لیکن سوچ بچار سے ہمارا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ہم عملی طور پر صورت حال سے نمٹ سکیں اور جو کام ہاتھ میں ہے، اسے خوب سے خوب تر کر سکیں۔

اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ کیا سوجھ بوجھ والا کام فلسفے میں شمار ہوگا۔ ہم صبح سے شام تک ہزاروں چھوٹے بڑے کام کرتے رہتے ہیں اور ان میں اپنے عقل سے کام لینے کی کق شش کرتے ہیں، تو کیا ہماری یہ تمام کا وشیں فلسفانہ ہوتی

ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔ فلسفہ سوجھ بوجھ پر مبنی ضرورت ہوتا ہے، لیکن ہر سو سوجھ بوجھ ولے کام کو فلسفہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ امپنے روز مرہ کے کام اپنی واجھ بوجھ سے کےتے ہیں اور سوجھ بوج کے کاموں اور فلسفہ یہ ناکاوشوں میں، اگر قسم کا نہیں تو کم از کم درجے فرق ضرورت ہے۔ آہئے تھوڑی دیر کے لئے عام سوجھ بوجھ پر نظر ڈالیں اور اس کے ان پہلوؤں کو سمجھنے کی کوشش کریں، جو اسے فلسفے سے الگ کرتی ہیں۔

عام سوجھ بوجھ اور اس کی حدیں

ہمیں اپنی روز مرہ زندگی میں ہزاروں چھوٹے بڑے کاموں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے اور ان کاموں کو سمجھداری سے انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنی اس کوشش میں ہم اپنی عام سوجھ بوجھ سے کام لیتے ہیں۔ عام سوجھ بوجھ کی تہہ کو پہنچنے کی کوشش کیجئے، تو پتہ چلے گا ک یہ دراصل ہماری ذہانت اور سا بقہ مشاہرات و تجربات کا نچوڑ ہے۔ اپنے گذشتہ تجربات کی روشنی میں ہم مختلف چیزوں کے بارے مین اپنی رائے بنالیتے ہین اور پھر نئی صورت حال سے نمٹنے کے لئے اپنی اسی رائے اور ذہانت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ عام سوجھ بوجھ میں آسانی ہے کہ ہم کے وقت کے وقت، بلاوقت اپنے کام انجام دے لیتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس عام سوجھ بوجھ کی ہر دم روشن رہنے والی قندیل نہ ہو تو ہمارے پاؤں ڈکمگاجائیں اور چھوٹے سے چھوٹا کام ہمیں مشکل معلوم ہو، اور اس کرنے میں ہمارے بے انتہا وقت اور قوت صرف ہوجائے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کیسی مدد سے میں استاد ہیں اور آپ سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ دیر سے مدرسے پہنچنے والے بچوں کے سلسلے میں کیا تدابیر اختیار کریں، یایہ کہ کسی کلاس میں کسی طرح نظم و ضبط قائم رکھا جائے؟ تو آپ کو بچوں کا تجربہ ہے۔ اسے ذہن میں رکھتے ہوئے اپنی رائے اور سمجھ کے مطابق جواب دیں گےاور اقدامات تجویز کریں گے، جن سے آپ کی دانست میں ان مسائل کے حل میں مدد مل سکتی ہے، ایسی صورت میں امید یہی ہے کہ آپ جورائے دیں گے وہ مناسب اور صحیح ہوگی اور اگر واقعی مدد سے کو یہ مسائل درپیش ہیں، تو ان کے حل میں اس مدد ملے گی۔ روزانہ زندگی میں آپ اس قسم کے ان گنت مسائل سے دوچار ہوجاتے ہیں اپنی سوجھ بوجھ سے انہیں حل کرتے رہتے ہیں۔

عام سوجھ بوجھ سے کام لینے میں اگر بہت سے فائدے ہیں تو کچھ نقصانات بھی ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسائل کے حل کرنے میں عام سوجھ بوجھ صرف ایک ساتھ دیتی ہے۔ اگر مسئلہ زیادہ پیچیدہ ہے تو عام سوجھ بوجھ پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، اور ضرورت ہوتی ہے کہ ہم دوسرےعلمی ذرائع سے کام لیں۔ مثلا اگر کوئی آپ سے یہ پوچھے کہ ملک کی صنعتی و معاشی توقی کے پیش نظر ہر سال کتنے نئے مدد سے کھلنے چا ہیئں اور ان میں کسی قسم کا نصاب پڑھانا چاہئے، آپ کی عام سوجھ بوجھ جواب دینے سے قاصررہے گی۔ عام سوجھ بوجھ دوسری کمی یہ ہے کہ ہمارے مشاہدے اور نتائج اخذ کرتے ہیں ار غلط فیصلے کر لیتے ہیں۔ پھر عام وسجھ بوجھ میں تلون بھی ہوتاہے۔ یعنی عام سوجھ بوجھ زمانے کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ آج سے پچاس برس کسی استاد سے پوچھا کہ بچوں کو سزا دینی چاہئے یا نہیں، تو وہ فورا جواب دینا

کہ بغیر سزا کے بچے سدھر سکتے ہی نہیں۔ لیکن زمانے کے ساتھ اب یہ رائے بدل چکی ہے اور اس کے باوجود کہ مارپیٹ اب رہتی ہے، زبانی طور پر آج کل زیادہ تر استاد بچوں کو سزا دینے کے حق میں نہیں، تو وہ فورا جواب دیتا کہ بغیر سزا کہ سدھرسکتے ہی نہیں۔ لیکن زمانے کے ساتھ اب یہ رائے بدل چکی ہے اور اس کے باوجود کہ پیٹ اب رہتی ہے، زبانی طور پر آج کل زیادہ تر استاد بچوں کو سزا دینے کے ھق میں نہیں ہیں۔ غرض روزمرہ کے کامون میں تو عام سوجھ بوجھ سے کام کیا جانا چاہئے، لیکن اہم مسائل میں محض عام سوجھ بوجھ پر تکیہ نہیں کیا جاسکتا۔ ضرور اس بات اس کی ہے کہ ان مسائل کا منتظم اور باقائدہ مطالعہ کیاجائے اور ان پر سوج بچار کی جائے وہ خاص جابطوں اور نظم کے مطابق ہو۔ جب ہم عام سوجھ بوجھ کی منزل سے بڑھ کر مسائل کا زیادہ گہرا اور باقاعدہ مطالعہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو ہمارے سامنے اپنے علمی سفر کےلئے دوراستے کھلے ہوتے ہیں۔ ایک سائنسی نقطہ، نظر سے مسائل کے مطالعے کاراستہ اوردوسرے فلسفانہ نقطہ ء نظر سے لیکن یہ دوراستے ہماری مختلف ضرورتوں کو پورا کرنے کے دووسیلے ہیں۔ علم کے مسافر ک اپنی منزل پر پہنچنے کے لئے ان دونوں ہی راستوں پر چلنا پڑتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم سائنسی اور فلسفیانہ نقطہ ء نظر پر غور کریں، تھوڑی دیر کے لئے ہم علم کی اہلیت پر نظر ڈال لیں اور یہ دیکھیں کہ ہمیں اس دنیا جا علم کیسے ہوتاہے، جس میں ہم آنکھ کھولتے ہیں اور جو ہماری ذات کے باہر ہے۔

بیرونی دنیا کا علم

اپنی ذات کا علم ہمیں ہوتا ہی ہے، اس لئے کہ ہم ہر وقت اسے محسوس کرتے ہیں ۔ لیکن ہمارے چاروں طرف بھی ایک دنیا ہے۔ جس کی ان گنت چیزوں سے ہمیں واسط رہتا ہے اور ہمیں ہر وقت ان کے جاننے بوجھنے کی ضرورت رہتی ہے ۔ پیدائش سے لے کر موت تک ہم اس دنیا کو زیادہ سے زیادہ جاننے اور اس کے وسائل کو اپنا خدمت گزار نے کی تگ و دو لگے رہتے ہیں ۔ باہر کی دنیا سے ہم حواس کے ذریعے رابطہ پیدا کرتے ہیں ۔ ہماری آنکھیں ، کان ، ناک ، جلد، انگلیاں وغیرہ ہمیں مختلف چیزوں کی موجودگی کی خبر دیتی ہیں۔ اگر ہمارے حواس کام نہ کریں تو ہم کو بیرونی دنیا کی کچھ خبر نہ ہو۔ اگر ہم کسی ایک ہی حس یا حس وسیلے سے محروم ہو جائیں تو زندگی اجیرن ہوجاتی ہے۔

حواس اس باہر کی چیز سے کیسے رابطہ کرتے ہیں، وہ خاصہ پیچیدہ مسئلہ ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کی ہمارے حسی اعضاء میں بیرونی دنیا سے متاثر ہونے کی قوت ہوتی ہے۔اور پھر یہی حسی لہریں ہمارے دماغ اور شعور کو متاثر کرتی ہیں اور ہمیں باہر

کی چیزوں کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔ مثال کے طور پر ہماری آنکھیں جب آنگن کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ چشم زدن میں ہو جاتا ہے اور ہم کو پتہ چلتا ہے کہ کرسی ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ لیکن جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا ہے یہ ایک خاصی پیچیدہ کا روائی ہے، جسے ہم نے انتہائی سادگی سے آپ کے سامنے بیان کر دیا ہے۔ فی الحقیقت اشیاء سے حواس ، اور اس حواس سے دماغ اور شعور کا رابطہ خاصا تفصیل طلب ہے۔کسی چیز کا علم ہونے میں محض حواس ہی کام نہیں کرتے ، بلکہ اس میں ہمارے گذشتہ تجربات اور حافظہ بھی حصہ لیتے ہیں۔

لینے میں ہمارے گذشتہ تجربات اور حافظے نے ہماری مدد کی ۔ اگر یہی کرسی کسی وحشی قبیلے کے ایک فرد کے سامنے رکھ دی جاتی ، جس نے بھی کرسی نہیں دیکھی تو وہ آپ کو ہرگز یہ نہ بتا سکتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے اور اس کا کیا کام لیا جاسکتا ہے ۔ وہ بیچارہ ایسے تجربات کی روشنی میں اسے پوچھنے کی کوش کرتا ، اور جتنا اور جو کچھ سمجھ سکتا، اسے اندازے کچھ بتا دیتا۔ ہمارے گذشتہ تجربات ہی مختلف چیزوں کو پیچانے اور سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہیں۔ یہی نہیں بلکہ تجربات ہمارے مشاہدے کی رہنمائی کرتے ہیں۔ بیرونی دنیا کے مختلف چیزوں کا جس طرح علم ہوتا ہے اور جس اندازے سے ہم انہیں سمجھتے بوجھتے ہیں، ان ہمارے سابقہ تجربات گہرا حصہ لیتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں، ہمارے ہر تازہ تجربات کا کارہین منت ہوتاہے۔ تجربات کا تسلسل حافظ کی بناء پر قائم رہتا ہے اور یہی تسلسل دراصل حصول علم کا عمل ہے۔
کی بقا اور بہبود کو لئے ماحول سے فائدہ اٹھاتے ہے، لیکن تصور کا ایک دوسر ارخ ہے۔ یہ خیال کرنا درست نہیں کہ ہم اپنے تجربہ سے ہم صرف اپنے ماحول ہی کو بدلتے ہیں۔ ماحول تو تبدیل ہوتاہی ہے لیکن ہمارا تجر بہ خود میں بھی ہوتا رہتا ہے۔ ہم ماحول پر اثر انداز ہوتے ہیں ۔ ماحول ہم پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ہماری شخصیت اپنے مخصوص ماحول کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ تعلیم کا عمل در اصل ماحول اور فرد کی شخصیت کی اس کشش اور تبدیلیوں پر عبارت ہے۔

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ماحول سے حاصل ہونا والا عظم ، جو اس کے ذریعے ہم تک پہنچتا ہے ۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو اس کے ذریعے حاصل ہونے والا علم ہمیشہ قابل اعتبار ہوجاتا ہے۔ بسا اوقات حواس سے اپنے کام میں کوتاہی بھی ہوجاتی ہے حواس دھوکہ بھی کھا سکتے ہیں۔ اس لئے علم لے معملہ مین بڑی چھان بین کی ضرورت ہوتی ہے۔

حواس کے سلسلے میں یا درکھنا چاہیے کہ تجربہ جتنا براہ راست ہوگا، اتنا ہی بھروسے کے قابل ہوگا۔ یہ ہم سب کی عادت ہے۔ اور اچھی عادت ہے کہ اپنے ذاتی تجربے پر بھروسا کرتے ہیں ۔ لیکن ہر چیز کا ذاتی تجربہ ہمارے امکان سے باہر ہے ۔ اکثر ہمیں دوسروں کے تجربات اور ان کی رائے سے فائدہ اٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن دوسروں سے علم مستعات لینے میں لغز شعوں کا بڑا اندیشہ رہتا ہے۔ یہ تو ہم سب جانتے ہی ہیں کہ کسی طرح کوئی بات ایک دوسرے تک پہونچتے ،سوئی کا بھالا، اور رائی کا پر بت ،بن جاتی ہے۔ دراصل ایک دوسرے تک بات پونچنے میں کتنے ہی آدمیوں کے اپنے ذاتی تخیلات، اندیشے اور ذاتی خواہشات شامل ہوجاتی ہیں اور حاصل واقعہ کیا سے کیا ہوجاتاہے۔

بلواسطہ تجربے کی بات ہی کیا ہے، خود براہ راست تجربے میں بھی غلطی کے بڑے امکانات ہوتے ہیں ۔ اکثر ہمارے حواس کو تا ہی کرتے ہیں اور دھوکا کھا جاتے ہیں۔

نام ٹیچر۔ ڈاکٹر ظاہر ہے وہاب
ادارے۔ اقراہ یونیورسٹی اقبال کراچی

نام ٹیچر۔ ڈاکٹر حناقاظمی
ادارے۔ اقراہ یونیورسٹی اقبال کراچی

نام ٹیچر۔ ڈاکٹر خالد جمیل روات
ادارے۔ اقراہ یونیورسٹی اقبال کراچی

نام طلبہ ۔ دلاور خان
جماعت۔ M. Phil to pH.D
ادارے۔ اوروہ یونیورسٹی گلشن اقبال کراچی

نام طلبہ ۔ ہما شاہد
جماعت۔ Ph.D.
ادارے۔ اوروہ یونیورسٹی گلشن اقبال کراچی

نام طلبہ ۔ تمکین فاطمہ
جماعت۔ M.ED
ادارے۔ اوروہ یونیورسٹی گلشن اقبال کراچی

نام طلبہ ۔ شا ہلہ دیوی
جماعت۔ M. Phil
ادارے۔ اوروہ یونیورسٹی گلشن اقبال کراچی

نام طلبہ ۔ شاہد مغل
جماعت۔. PH.D
ادارے۔ اوروہ یونیورسٹی گلشن اقبال کراچی